﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ ﴿......اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾(آل عمران:74) ﴿......عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اسرائیل:80)

الفضل

ہفت روزہ انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :— نصیر احمد قمر

جلد13 | جمعۃ المبارک 24؍فروری2006ء | شمارہ 08

25؍محرم الحرام 1427 ہجری قمری ❁ 24؍تبلیغ 1385 ہجری شمسی

پوری تحقیق کے بعد فیصلہ کا ثواب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:
جب کوئی حاکم سوچ سمجھ کر پوری تحقیق کے بعد فیصلہ کرے۔ اگر اس کا فیصلہ صحیح ہے تو اس کو دو ثواب ملیں گے۔ اور اگر باوجود کوشش کے اس سے غلط فیصلہ ہو گیا تو اسے ایک ثواب اپنی کوشش اور نیک نیتی کا بہرحال ملے گا۔

(بخاری کتاب الاعتصام باب اجر الحاکم اذا اجتہد فاصاب اواخطأ)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام﴾

مَیں اس کو کفر اور لعنت سمجھتا ہوں اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے استفاضہ کئے بغیر کوئی شخص نبوت کے چشمہ سے حصہ لیتا ہے۔

کاش یہ لوگ سمجھتے کہ انہوں نے حضرت مسیح کے لئے جو خصوصیتیں تجویز کی ہیں ان کا نتیجہ کیا ہے۔

’’پھر نبی کے لفظ پر بھی بحث کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دعویٰ نبوت ہے۔ مَیں کہتا ہوں یہ تو نری لفظی نزاع ہے۔ نبی تو خبر دینے والے کو کہتے ہیں۔ اب جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے مخاطبات اور مکالمات ہوتے ہیں اس کا کیا نام رکھا جاوے گا۔ اور یہ نبوت تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی طفیل اور اتباع کا نتیجہ ہے۔ مَیں اس کو کفر اور لعنت سمجھتا ہوں اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے استفاضہ کئے بغیر کوئی شخص نبوت کے چشمہ سے حصہ لیتا ہے اور مستقل نبوت کا مدعی ہے۔ یہ نرے دھوکے ہیں جو ان لوگوں کو لگے ہوئے ہیں اور بعض باوجودیکہ اس امر کو بخوبی سمجھتے ہیں لیکن جہلاء اور عوام کو بھڑکانے کے لئے ایسی باتیں کرتے ہیں تا کہ وہ میری کتابوں سے بیزار ہو جائیں اور انہیں پڑھ کر فائدہ نہ اٹھا سکیں۔

کاش یہ لوگ سمجھتے کہ انہوں نے حضرت مسیح کے لئے جو خصوصیتیں تجویز کی ہیں ان کا نتیجہ کیا ہے۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ مسِ شیطان سے وہی پاک ہے اور رُوح القدس کے سایہ سے پیدا ہوا ہے اس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر وہی گئے ہیں اور کوئی دوسرا اس میں شریک نہیں۔ پھر وہی آسمان سے اترے گا اور قیامت کے قریب آخری قاضی وہی ہوں گے۔ اور پھر یہ بھی خصوصیت کہ دو ہزار برس ہونے کو آئے وہ اب تک آسمان پر ہیں اور کھانے پینے اور دیگر حوائج انسانی کے محتاج نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بیماری کا اثر ہو، مسیح پر بالکل نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر شیب اور پیرانہ سالی کے آثار ظاہر ہوں مگر مسیح ان سے بھی محفوظ۔ اب سوچو اور بتاؤ کہ اس کا کیا نتیجہ نکلے گا۔ یقیناً یہی نتیجہ ہو گا کہ انہیں ساری دنیا سے الگ اور نرالا مانا جاوے یا دوسرے الفاظ میں ان کو خدا ہی کہا جاوے اس لئے کہ ایسی خصوصیتیں یقیناً انہیں خدا بناتی ہیں اور عیسائی اس کو پیش کرتے ہیں۔

غرض اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح کو یہودیوں کے ہاتھ سے نجات دے کر اُن کے الزاموں سے اُن کو بری کیا تھا تا کہ اُن کو زک دے اور پھر اس سلسلہ محمدیہ کو قائم کر کے بتا دیا تھا کہ خدا تعالیٰ کا فضل جس طرف وہ چاہتا ہے آتا ہے خواہ وہ اسرئیلیوں میں ہو خواہ اسماعیلیوں میں۔ اب تو یہودیوں کے ہاتھ میں نرا حسد ہے۔ لیکن اگر وہ دیکھیں کہ ان کے کمالات کا سلسلہ بند نہیں ہوا تو پھر نری رسالت سے کیا حسد۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود عدم وجود معاذ اللہ برابر ہو جائے گا کیونکہ آپؐ کے کمالاتِ فیوض اور برکات کا سلسلہ بجائے آگے چلنے کے انہیں پر ختم ہو گیا۔

مجھے سخت تعجب آتا ہے کہ یہ لوگ میری مخالفت میں کچھ ایسے اندھے ہو رہے ہیں کہ وہ اس کے انجام اور نتائج سے بالکل بے خبر اور بے پرواہ ہو رہے ہیں۔ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ اگر آپ کا سلسلہ آپ سے شروع ہو کر آپ ہی پر ختم ہو گیا تو آپ ابتر ٹھہریں گے (معاذ اللہ)۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے ﴿اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ﴾(الکوثر:2)۔ یعنی تجھے تو ہم نے کثرت کے ساتھ روحانی اولاد عطا کی ہے جو تجھے بے اولاد کہتا ہے وہی اَبْتَــــــر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسمانی فرزند تو کوئی تھا نہیں۔ اگر روحانی طور پر بھی آپ کی اولاد نہیں تو ایسا شخص خود بتلاؤ کیا کہلاوے گا؟ مَیں تو اس کو سب سے بڑھ کر بے ایمانی اور کُفر سمجھتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اس قسم کا خیال بھی کیا جاوے۔ ﴿اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ﴾(الکوثر:2) کسی دوسرے نبی کو نہیں کہا گیا۔ یہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا خاصہ ہے۔ آپؐ کو اس قدر روحانی اولاد عطا کی گئی جس کا شمار بھی نہیں ہو سکتا اس لئے کہ قیامت تک یہ سلسلہ بدستور جاری ہے۔ روحانی اولاد ہی کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ نبی ہیں کیونکہ آپ کے انوار و برکات کا سلسلہ برابر جاری ہے اور جیسے اولاد میں والدین کے نقوش ہوتے ہیں اسی طرح روحانی اولاد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات اور فیوض کے آثار اور نشانات موجود ہیں۔ اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِّاَبِيْهِ۔

صوفیوں نے اس حدیث ’عُلَمَآءُ اُمَّتِیْ كَاَنْبِيَآءِ بَنِیْٓ اِسْرَآئِيْلَ‘ کو صحیح مانا ہے اور فی الحقیقت یہ صحیح ہے اور یہودیوں پر اسی سے مار پڑتی ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے اس اُمّت کو ایسا شرف عطا فرمایا ہے کہ علماء اُمّت کو انبیاء بنی اسرائیل کی مثل ٹھہرایا۔ علماء کے لفظ سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے۔ عالم وہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے ﴿اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾(فاطر:29)۔ یعنی بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اس کے بندوں میں سے وہی عالم ہیں۔ ان میں عبودیت تامہ اور خشیت اللہ اس حد تک پیدا ہوتی ہے کہ وہ خود اللہ تعالیٰ سے ایک علم اور معرفت سیکھتے ہیں اور اسی سے فیض پاتے ہیں اور یہ مقام اور درجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع اور آپؐ سے پوری محبت سے ملتا ہے یہاں تک کہ انسان بالکل آپؐ کے رنگ میں رنگین ہو جائے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ﴾(آل عمران:32)۔ یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اس اتباع کا نتیجہ یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ پس اب اس آیت سے صاف ثابت ہے کہ جب تک انسان کامل متبع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں ہوتا وہ اللہ تعالیٰ سے فیوض و برکات پا نہیں سکتا۔ اور معرفت اور بصیرت جو اس کی گناہ آلود زندگی اور نفسانی جذبات کی آگ کو ٹھنڈا کر دے عطا نہیں ہوتی۔ ایسے لوگ ہیں جو عُلَمَآءُ اُمَّتِیْ کے مفہوم کے اندر داخل ہیں۔

غرض ایک طرف تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرمایا کہ ﴿اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ﴾(الکوثر:2) اور دوسری طرف اس امت کو ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ﴾(آل عمران:111) کہا تا کہ یہودیوں پر زد ہو۔ مگر میرے مخالف عجیب بات کہتے ہیں کہ یہ اُمّت باوجود خیر الاُمّت ہونے کے پھر شر الامت ہے۔ بنی اسرائیل میں تو عورتوں تک کو شرف مکالمہ الٰہیہ دیا گیا مگر اس اُمّت کے مرد بھی خواہ کیسے ہی متقی ہوں اور خدا تعالیٰ کی رضا جوئی میں مریں اور مجاہدہ کریں مگر ان کو حصہ نہیں دیا جائے گا۔ اور یہی جواب ان کے لئے خدا کی طرف سے ہے کہ بس تمہارے لئے مہر لگ چکی۔ اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور گستاخی اور اس پر سُوء ظن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور اسلام کی ہتک کیا ہو گی۔ دوسری قوموں کو ملزم کرنے کے لئے یہی تو زبردست اور بے مثل اوزار ہمارے ہاتھ میں ہے اور اسی کو تم ہاتھ سے دیتے ہو۔‘‘

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 432-434 جدید ایڈیشن)

❁ ❁ ❁

ادارﯾﮧ

اسلامی کردار۔ جوش پر ہوش کو مقدم رکھیں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے حالیہ خطبہ جمعہ فرمودہ 10رفروری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق شائع ہونے والے بیہودہ، ظالمانہ اور دلآزار خاکوں کی ایک یورپین ملک میں اشاعت اور اس پر ردّعمل کے متعلق ایک بصیرت افروز تبصرہ فرمایا اور جماعت کو اس سلسلہ میں اپنی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ (اس خطبہ کا مکمل متن انشاءاللہ اگلے شمارہ میں شائع کیا جائے گا)۔

واقعہ یہ ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے اصلاحی اور تجدیدی کارناموں میں سے ایک عظیم کارنامہ یہ ہے کہ آپؑ نے غم وغصّہ کے وقت صبر وتحمل سے کام لینے اور جوش پر ہوش کو مقدم رکھنے کی تلقین فرمائی اور اپنی جماعت کی اس رنگ میں تربیت فرمائی کہ کبھی بھی مغلوب الغضب ہوکر صراط مستقیم یعنی توازن واعتدال کے رستہ سے دور نہ ہوں۔

آپؑ جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”سچی فراست اور سچی دانش اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کئے بغیر حاصل ہی نہیں ہوسکتی۔ اسی واسطے تو کہا گیا ہے کہ مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ نور الٰہی سے دیکھتا ہے۔ صحیح فراست اور حقیقی دانش ...... کبھی نصیب نہیں ہوسکتی جب تک تقویٰ میسر نہ ہو۔ اگر تم کامیاب ہونا چاہتے ہو تو عقل سے کام لو، فکر کرو، سوچو، تدبر اور فکر کے لئے قرآن کریم میں بار بار تاکیدیں موجود ہیں۔ کتاب مکنون اور قرآن کریم میں فکر کرو اور پارسا طبع ہو جاؤ۔ جب تمہارے دل پاک ہو جائیں گے اور ادھر عقل سلیم سے کام لوگے اور تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے پھر ان دونوں کے جوڑ سے وہ حالت پیدا ہو جائے گی کہ ﴿رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا۔ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ (آل عمران:191) تمہارے دل سے نکلے گا“۔ (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 41)

یورپ کے کسی اخبار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرتے ہوئے نہایت دلآزار قسم کے کارٹون شائع کئے۔ اس پر مسلمانوں میں غم وغصہ کے جذبات پیدا ہونا بالکل فطری اور طبعی امر ہے۔ کیونکہ ایک سچے مسلمان کے لئے اس سے زیادہ تکلیف کی اور کوئی بات نہیں ہوسکتی کہ اس کے آقا ومطاع، محبوب خدا، مقصود کائنات حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی رنگ میں بھی توہین کی جائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس رنج وغم پر دکھ کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”............مَیں سچ کہتا ہوں اللہ تعالیٰ گواہ ہے کہ مجھے اپنی دشمنی اور اپنی توہین یا عزت اور تعظیم کا تو کچھ بھی خیال نہیں ہے۔ میرے لئے جو امر سخت ناگوار ہے اور ملال خاطر کا موجب ہمیشہ رہا ہے وہ یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے کامل اور پاک انسان کی توہین کی جاتی ہے۔ اس صادقوں کے سردار، سراسر صدق کو کاذب کہا جاتا ہے......“۔ (ملفوظات جلد اوّل صفحہ482)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں جب ایسی دلآزار کتب شائع ہوئیں تو مسلمانوں کی طرف سے یہ کوشش کی گئی کہ گورنمنٹ ایسی کتابوں کو ضبط کرلے۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس تجویز میں مضمر نقصانات کے پیش نظر اس کو پسند نہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”پس میرا یہ اصول رہا ہے کہ ایسی کتاب کا جواب دیا جاوے......اور ایسا شافی جواب دیا جاوے کہ خود ان کو اس کی اشاعت کرتے ہوئے ندامت محسوس ہو......پس میری رائے یہی ہے اور میرے دل کا فتویٰ یہی ہے کہ اس کا دندان شکن جواب نہایت نرمی اور ملاطفت سے دیا جائے۔ پھر خدا چاہے گا تو ان کو خود ہی جرأت نہ ہوسکے گی“۔

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ159)

کتاب کو سرکاری طور پر ضبط کروانے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک یہ نقصان بھی ہوسکتا ہے کہ غیر مذاہب والے ہی نہیں خود مسلمانوں میں سے بھی بعض یہ سمجھ سکتے ہیں کہ ہمارے مذہب میں واقعی کوئی ایسی کمزوریاں پائی جاتی ہیں جس کا ہم پورے طور پر دفاع نہیں کرسکتے اور مجبور ہوکر گورنمنٹ سے استمداد کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب کو ضبط کرلے۔ اور پھر یہ بھی کہ ایسی ضبط ہونے والی کتاب کی تو پہلے ہی اشاعت ہوچکی ہوتی ہے اور جو زہر مخالف پھیلانا چاہتے ہیں وہ پھیلا چکے ہوتے ہیں۔ اگر اس کا شافی ومسکت جواب نہ دیا جاوے تو اس زہر کا تریاق نہیں ہوسکتا۔

دلآزار کارٹون کی اشاعت پر جماعت احمدیہ کی طرف سے اخبار اور حکومت سے معقول طریق پر احتجاج کیا گیا اور وہ لوگ جو اس دلآزاری کا باعث ہوئے تھے انہوں نے اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے اس پر معذرت بھی کرلی۔

اس موقع پر ایک اور ردّعمل بھی دیکھنے میں آرہا ہے اور وہ احتجاجی جلوس، ہڑتال، لوٹ مار، آتش زنی، پتلے جلانے، قتل وغارت، جائیداد واملاک کا نقصان کرنے کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔

اس ردّعمل کے متعلق نرم سے نرم لفظوں میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ایسے لوگ ہوش پر جوش کو مقدم کرتے ہوئے، سچائی پر ہونے کے باوجود اسلام کی بدنامی کا باعث بنے۔ قتل وغارت اور فساد وغیرہ سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کارٹون بنانے والے اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئے اور مسلمانوں نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنا نقصان کرتے ہوئے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور اسوہ حسنہ سے انحراف کا طریق اختیار کرلیا کیونکہ لوٹ مار اور قتل وآتشزنی کی تو کسی کو اجازت نہیں ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے نہایت توہین آمیز کلمات سے حضورؐ کی توہین کی۔ معاملہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو قتل کروادیا تھا؟ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا مکان جلا دیا تھا؟ مسلمانوں نے کونسی ہڑتال کی تھی اور کب جلوس نکالا تھا؟ ان امور کو سامنے رکھتے ہوئے پتہ چلتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ اور آپؐ کی مبارک تعلیم کیا تھی۔ کاش ہم اس مبارک طریق پر چلنے کی توفیق پائیں تاکہ ہم اسلام کے نادان دوست بن کر اسلام اور مسلمانوں کی بدنامی اور نقصان کا موجب نہ بنیں۔

اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نہایت تاکیدی ارشاد ہے کہ:

”میری وصیت ہے اور اس بات کو وصیت کے طور پر یاد رکھو کہ ہرگز تندی اور سختی سے کام نہیں لینا بلکہ نرمی اور آہستگی اور خُلق سے ہر ایک کو سمجھاؤ“۔ (ملفوظات جلد اوّل صفحہ175)

الحمدللہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مقدس خلافت سے وابستہ جماعت احمدیہ کے افراد اپنے امام کے تابع ہمیشہ سے اس وصیت پر کاربند ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کے نیک اثرات بھی مرتب ہوتے ہیں۔ اے کاش کہ امت مسلمہ کے دیگر افراد بھی آسمانی امام کی اس آواز کو قبول کریں اور خلافتِ حقّہ سے وابستہ ہوکر، ایک امام کے پیچھے چل کر دشمنان اسلام کا مقابلہ کریں کہ اسی میں کامرانی مقدر ہے۔

(عبدالباسط شاہد)

افریقا۔ افریقا

(گیت)

تُو دھرتی ماتا کا کنگن
تُو امبر کا ٹیکا
تیرے رنگوں کے آگے
ہر رنگ پڑا ہے پھیکا
افریقا افریقا
افریقا افریقا

تیرے دل کی دھڑکن جیسے
گونجتی ہوں تکبیریں
تجھ پر سورج اُبھریں لے کر
خوابوں کی تعبیریں
رُوپ ہیں تیرے بولتے جذبے
روح بلالؓ ہی کا
افریقا افریقا

جیسے ٹھاٹھیں مارے ساگر
جیسے اُڑیں کبوتر
کھنک ہنسی میں تیری جیسے
کوئی بجتی جھانجر
عشق میں تیرے ایک لپک ہے
جنوں ہے شعلہ اگنی کا
افریقا افریقا

تیرا سینہ ہمک رہا ہے
اور بازو لہراتے ہیں
آنکھیں تیری دمک رہی ہیں
گیسو کُھل کُھل جاتے ہیں
احمدؑ کی بانہوں میں پایا
تُو نے پیار سبھی کا
افریقا افریقا

قرآں کی خوشبو میں تُو نے
اپنا آپ سمیٹا
تُو تو اک انمول گہر ہے
تُو ہے جیون ریکھا
تُو اپنے مولیٰ کا حامد
عاشق نام نبیؐ کا
افریقا افریقا

تجھ پر لاکھوں ظلم ہوئے
تاریخ نے اکثر لوٹا
پرنتو اس آشا پر تیرا
یہ وشواس نہ ٹوٹا
وقت مسیحا وقت بنے گا
تیری داد رسی کا
افریقا افریقا

تجھ پر لاکھوں ظلم ہوئے
تاریخ نے اکثر لُوٹا
اس امید پہ صبر کا دامن
ہاتھوں سے کب چھوٹا
وقت مسیحا، وقت بنے گا
تیری داد رسی کا
افریقا افریقا

تیرے ڈھول کی دھم دھم جاگی
جاگ اُٹھیں تقدیریں
کاٹ دے نور ایمانی سے
ظلمت کی زنجیریں
ارض نو پر مہک رہا ہے
موسم اک قدسی کا
افریقا افریقا
افریقا افریقا

(جمیل الرحمٰن۔ ہالینڈ)

اسلام
اور
قومی وبین الاقوامی سیاسی امن

(حضرت مرزا طاہر احمد ۔ خلیفة المسیح الرابع رحمہ اللہ)

- ...... کونسا نظامِ حکومت بہتر ہے۔ بادشاہت یا جمہوریت؟
- ...... جمہوریت کا اسلامی تصور کیا ہے؟
- ...... اسلامی حکومت کیا ہے؟ کیا مذہب کا وفادار مملکت کا غدّار ہوسکتا ہے؟
- ...... کیا صرف مذہب ہی کو قانون سازی کا حق حاصل ہے؟
- ...... اسلام اور ریاست کا باہمی تعلق کیا ہے؟
- ...... عالمی امن کے قیام میں اقوام متحدہ کا کردار کیسا ہونا چاہئے؟

یہ اور عصر حاضر کے اس قسم کے دیگر بہت سے مسائل کا جو حل حضرت مرزا طاہر احمد، خلیفة المسیح الرابع رحمہ اللہ نے 24/فروری 1990ء کو قرآنی تعلیمات کی روشنی میں ''اسلام اور عصر حاضر کے مسائل کا حل'' کے موضوع پر اپنے ایک انگریزی لیکچر میں پیش کیا تھا اس کے ایک حصہ کا ترجمہ ہدیۂ قارئین ہے۔ (مدیر)

﴿اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوْاالْاَمٰنٰتِ اِلٰی اَھْلِھَا وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ۔اِنَّ اللّٰہَ نِعِمَّا یَعِظُکُمْ بِہٖ۔ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ سَمِیْعًا بَصِیْرًا﴾

(سورة النساء آیت:59)

ترجمہ:۔ یقیناً اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے حقداروں کے سپرد کیا کرو اور جب تم لوگوں کے درمیان حکومت کرو تو انصاف کے ساتھ حکومت کرو۔ یقیناً بہت ہی عمدہ ہے جو اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے۔ یقیناً اللہ بہت سننے والا (اور) گہری نظر رکھنے والا ہے۔

اس امر کا جائزہ لینا بے حد ضروری ہے کہ آج قومی اور بین الاقوامی سطح پر سیاسی امن کی کیا صورت حال ہے۔ سب سے پہلے اس سوال کا جواب دریافت کرنا ہوگا کہ انسان کے لئے کون سا سیاسی نظام سب سے بہتر ہے۔ اس کے لئے یہ جاننا بھی ضروری ہوگا کہ کیا کسی قوم کی بے اطمینانی اور ان کے مصائب کا باعث ان کے سیاسی نظام کی ناکامی اور اس میں پائے جانے والے نقائص ہیں یا اس کے پس منظر میں کوئی اور عوامل کارفرما ہیں۔ پھر یہ کہ کیا نظام کی ناکامی کا ذمہ دار خود نظام ہے یا اس نظام کو چلانے والے؟ اور کیا جمہوری عمل کے ذریعہ اقتدار پر قابض خودغرض، لالچی اور بدعنوان سیاسی راہنما بہتر ہیں یا مثال کے طور پر ایک ایسا آمر جو نیک اور شریف انسان ہو؟ نیز اسلام عالمی امن کو یقینی بنانے کے لئے دیگر شعبہ ہائے زندگی کی طرح سیاست دانوں کو بھی ایک مکمل ضابطۂ اخلاق پر کاربند رہنے کی نصیحت کرتا ہے۔

اسلام کسی سیاسی نظام کو کلیۃً رد نہیں کرتا

سب سے پہلے یہ بتانا ضروری ہے کہ جہاں تک مختلف سیاسی نظاموں کا تعلق ہے اسلام نہ تو کلیۃً کسی سیاسی نظام کو رد کرتا ہے اور نہ ہی کسی ایک نظام کو سب سے اعلیٰ و افضل قرار دیتا ہے۔ بلاشبہ قرآن کریم جمہوری نظام کا بھی ذکر کرتا ہے جس میں عوام اپنے حکمران خود منتخب کرتے ہیں لیکن جمہوریت ہی اسلام کا تجویز کردہ واحد نظامِ حکومت نہیں، نہ ہی ایک عالمگیر مذہب کا یہ کام ہے کہ وہ دنیا بھر کے مختلف ممالک اور مختلف معاشروں کے لئے ایک ہی قسم کا نظامِ حکومت تجویز کرے کیونکہ ایک ہی سیاسی نظام مختلف علاقوں اور مختلف معاشروں کے لئے قابلِ عمل نہیں ہوسکتا۔

دنیا کی ترقی یافتہ اقوام میں بھی جمہوری عمل اس اوجِ کمال تک نہیں پہنچا جس سے ایک منظّم معاشرہ تشکیل پاتا ہے جو جمہوریت کی آخری منزل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک طاقتور سرمایہ دارانہ نظام میں منظّم قوموں اور حلقہ ہائے مفاد کی موجودگی میں صحیح معنوں میں غیر جانبدارانہ انتخاب ہو ہی نہیں سکتے۔ اسی طرح بدعنوانی کا بڑھتا ہوا سیلاب بھی حقیقی جمہوریت کے وجود کے لئے ایک خطرہ سے کم نہیں۔ اسی طرح مافیا (Mafia) یعنی خفیہ تنظیموں اور دھونس، دھاندلی سے کام لینے والے دیگر گروہوں کو دیکھتے ہوئے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے جمہوری ممالک میں بھی جمہوریت محفوظ ہاتھوں میں نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ پھر تیسری دنیا کے لئے جمہوریت ایک بہترین نظام کیونکر ہوسکتا ہے۔ کیا افریقہ، جنوبی امریکہ اور ایشیا کے ممالک میں مثالی جمہوریت کا نفاذ ایک کھوکھلا اور بے بنیاد دعویٰ تو نہیں ہے؟ میں سمجھتا ہوں کہ اسلام دنیا کے کسی سیاسی نظام کو کلیۃً رد نہیں کرتا اور اس امر کو عوام کی صوابدید پر چھوڑتا ہے کہ وہ کون سا سیاسی نظام پسند کرتے ہیں اور اسے کس حد تک اپنے تاریخی ورثہ اور روایات سے ہم آہنگ کر سکتے ہیں۔ دراصل اسلام طرزِ حکومت اور اس کے ظاہری خدوخال پر زور نہیں دیتا بلکہ وہ اس امر پر زور دیتا ہے کہ حکومت کو کس طرح اپنی ذمہ داریاں ادا کرنی چاہئیں۔ مختلف طرز ہائے حکومت مثلاً بادشاہت' فیوڈل سسٹم وغیرہ سب کی اسلام میں گنجائش موجود ہے بشرطیکہ وہ نظامِ حکومت عوام سے متعلق اپنی ذمہ داریوں کو اسلام کے دیئے ہوئے مثالی تصور کے مطابق ادا کرے۔

بادشاہت

قرآن کریم نے بادشاہت کا بار بار ذکر کیا ہے اور کہیں بھی بطور ایک نظام کے اس کی مذمت نہیں کی۔ ایک اسرائیلی نبی کا ذکر کرتے ہوئے قرآن کریم فرماتا ہے کہ انہوں نے طالوت بادشاہ کے زیرِ نگیں بنی اسرائیل کو یاد دلاتے ہوئے کہا: ﴿وَقَالَ لَھُمْ نَبِیُّھُمْ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ بَعَثَ لَکُمْ طَالُوْتَ مَلِکًا۔ قَالُوْآ اَنّٰی یَکُوْنُ لَہُ الْمُلْکُ عَلَیْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْکِ مِنْہُ وَلَمْ یُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ۔ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰہُ عَلَیْکُمْ وَ زَادَہٗ بَسْطَةً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ۔ وَاللّٰہُ یُؤْتِیْ مُلْکَہٗ مَنْ یَّشَآءُ ۔ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ﴾ (سورة البقرة آیت: ۲۴۸)

ترجمہ:۔ اور ان کے نبی نے ان سے کہا کہ یقیناً اللہ نے تمہارے لئے طالوت کو بادشاہ مقرر کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس کو ہم پر حکومت کا حق کیسے ہوا جب کہ ہم اس کی نسبت حکومت کے زیادہ حقدار ہیں۔ اور وہ تو مالی وسعت (بھی) نہیں دیا گیا۔ اس (نبی) نے کہا یقیناً اللہ نے اسے تم پر ترجیح دی ہے اور اسے زیادہ کر دیا ہے علمی اور جسمانی فراخی کے لحاظ سے۔ اور اللہ جسے چاہے اپنا ملک عطا کرتا ہے۔ اور اللہ وسعت عطا کرنے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔

قرآن کریم نے حکومت کے وسیع تر معنوں میں عوام کی بادشاہت کا ذکر فرمایا ہے:

﴿وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِہٖ یٰقَوْمِ اذْکُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ جَعَلَ فِیْکُمْ اَنْبِیَآءَ وَجَعَلَکُمْ مُّلُوْکًا وَّاٰتٰکُمْ مَّالَمْ یُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ﴾

(سورة المائدة آیت ۲۱)

ترجمہ:۔ اور (یاد کرو) وہ وقت جب موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو جب اس نے تمہارے درمیان انبیاء بنائے اور تمہیں بادشاہ بنایا اور اُس نے تمہیں وہ کچھ دیا جو جہانوں میں سے کسی اور کو نہ دیا۔

اسی طرح فتوحات کے ذریعہ نئی سلطنتوں کے قیام یا ان کی توسیع کو بالعموم اچھا نہیں سمجھا گیا۔ اس بات کا ذکر ملکہ سبا سے متعلق قرآنی آیات میں ملتا ہے۔ ملکہ سبا نے اپنے مشیروں کو نصیحت کرتے ہوئے جو بات کی اسے قرآن کریم نے یوں بیان فرمایا ہے۔

﴿قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْکَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَةً اَفْسَدُوْھَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَھْلِھَآ اَذِلَّةً ج وَکَذٰلِکَ یَفْعَلُوْنَ﴾

(سورة النمل آیت ۳۵)

ترجمہ:۔ اس نے کہا یقیناً جب بادشاہ کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس میں فساد برپا کر دیتے ہیں اور اس کے باشندوں میں سے معزز لوگوں کو ذلیل کر دیتے ہیں اور وہ اسی طرح کیا کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ بادشاہ اچھے بھی ہو سکتے ہیں اور بُرے بھی بالکل اس طرح جیسے جمہوری طریق پر منتخب کردہ وزیر یا صدر اچھے یا بُرے ہو سکتے ہیں لیکن قرآن کریم نے بادشاہوں کی ایک ایسی قسم کا ذکر بھی کیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ تھے مثلاً حضرت سلیمانؑ کا شمار ایسے ہی بادشاہوں میں ہوتا ہے۔ یہود اور نصاریٰ تو حضرت سلیمان کو ایک بادشاہ ہی سمجھتے ہیں لیکن قرآن کریم کے نزدیک وہ صرف بادشاہ ہی نہیں اللہ تعالیٰ کے ایک برگزیدہ نبی بھی تھے۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ کبھی اللہ تعالیٰ ایک ہی شخص کو بیک وقت نبوت اور بادشاہت کے منصب پر سرفراز فرما دیتا ہے۔ ایسے لوگ براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ ہوتے ہیں۔ نبوت کے ذریعہ حاصل ہونے والی حکومت کی ایک اور قسم کا ذکر بھی قرآن کریم میں ہمیں ملتا ہے۔ مندرجہ ذیل آیت اس کی وضاحت کرتی ہے۔

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ۔ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ۔ ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا﴾

(سورة النساء آیت:60)

ترجمہ:۔ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے حکام کی بھی۔ اور اگر تم کسی معاملہ میں (اولوالامر سے) اختلاف کرو تو ایسے معاملے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دیا کرو اگر (فی الحقیقت) تم اللہ پر اور یوم آخر پر ایمان لانے والے ہو۔ یہ بہت بہتر (طریق) ہے اور انجام کے لحاظ سے بہت اچھا ہے۔

اس آیتِ کریمہ میں حاکمیت اعلیٰ کی بعض اور اقسام کا ذکر ہے۔ نیز اس آیت میں زور اس امر پر دیا گیا ہے کہ ضروری نہیں کہ جمہوری طرز پر کیا گیا انتخاب درست بھی ہو۔ عین ممکن ہے کہ عوام کی غالب اکثریت کسی لیڈر کی عظیم قائدانہ صلاحیتوں کو پہچاننے سے قاصر رہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اگر ایک ایسے عظیم لیڈر کو ان پر بطور حاکم مقرر کر دیا جائے تو عوام اس کے خلاف سراپا احتجاج بن جائیں۔ کسی بھی سیاسی پیمانہ سے اسے ماپا جائے تو ایسے حکام کا تقرر آمرانہ متصور ہوگا۔ اب یہ فیصلہ عوام کی مرضی کے خلاف ہو تو ہو، ان کے حقیقی مفاد کے خلاف ہرگز نہیں ہوگا۔

جمہوری طرز کے انتخاب میں بنیادی طور پر یہ نقص ہے کہ لوگ محض اپنے سطحی اور وقتی تأثر کی بناء پر جذبات میں آ کر عجلت میں فیصلہ کرتے ہیں۔ وہ اس بات کے اہل نہیں ہوتے کہ اپنے لئے ان بہترین لوگوں کو منتخب کر سکیں جو قیادت کی اعلیٰ صفات سے متصف ہوں اور ان کے حقیقی مفاد کی حفاظت کر سکیں۔

اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ سلسلوں کی تاریخ کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ الٰہی جماعتوں پر ایسے نازک وقت بھی آتے رہے ہیں جب ان کی سیاسی بقا بظاہر معرضِ خطر میں تھی تب اللہ تعالیٰ نے بادشاہ' حاکم یا لیڈر کے انتخاب کا کام خود اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالنا چاہئے کہ سب بادشاہ یا قائدین اللہ تعالیٰ کے منتخب کردہ ہوتے ہیں یا کسی قسم کے تقدس کے حامل ہوتے ہیں۔ یہ غلط تصور قرون وسطیٰ میں عیسائیت کے قائم کردہ نظام میں عام ہو چکا تھا مگر قرآن کریم ہرگز اس کی تائید نہیں کرتا مثلاً رچرڈ بادشاہ یہ نوحہ کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے کہ:

Not all the waters of rough rude seas can wash the balm of an annointed king.

(Shakespeare)

یعنی سارے سمندروں کا کھارا پانی بھی اس مرہم کو نہیں دھو سکتا جو مقدس بادشاہ کے ہاتھ کا لگایا ہوا ہے۔ (شیکسپیئر)

جمہوریت کیا ہے؟

جمہوریت کا تصور اگرچہ یونانی ہے لیکن ابراہیم لنکن نے جمہوریت کی جو مندرجہ ذیل مختصر تعریف کی ہے وہی اس کی بنیاد ہے:

Government of the people,
by the people, for the people.

یعنی جمہوریت نام ہے اس حکومت کا جو عوام کی حکومت ہو' عوام کے ذریعہ ہو اور عوام کے لئے ہو۔ ہے تو یہ ایک گھسا پٹا مقولہ لیکن ہے دلچسپ جو شاید ہی کبھی دنیا میں کسی حکومت پر صادق آیا ہو۔ اس تعریف کا آخری حصہ یعنی ''عوام کے لئے حکومت'' ایک بالکل مبہم سی بات ہے اور اس میں کئی قسم کے خطرات پوشیدہ ہیں۔ کیا کسی حکومت کے متعلق ہم وثوق سے کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ عوام کے لئے ہے؟ اقتدار اکثریت کے پاس ہو تو عوام سے مراد صرف اکثریت ہے نہ کہ اقلیت۔ جمہوری طرز حکومت میں اہم نوعیت کے فیصلے محض اکثریت کے بل بوتے پر کر لئے جاتے ہیں۔ لیکن اگر تمام حقائق اور

اعداد وشمار کا بغور جائزہ لیا جائے اور ان کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ درحقیقت یہ تو جمہوری طرز پر منتخب کردہ ایک اقلیت کا فیصلہ تھا جو اکثریت پر مسلط کر دیا گیا۔ ایک ممکنہ صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ حکمران پارٹی کچھ انتخابی حلقوں میں دوسری پارٹیوں کی نسبت معمولی اکثریت حاصل کر کے اقتدار میں آجائے جبکہ دراصل اسے حقیقی اکثریت حاصل نہ ہو۔ اسی طرح اگر انتخابات میں ڈالے گئے ووٹوں کا تناسب کم رہے تو بھی یہ بات مشکوک ہوجاتی ہے کہ حکمران پارٹی کو واقعی اکثریت کی حمایت حاصل ہے۔ پھر ایک سیاسی جماعت اگر مجموعی طور پر باقی جماعتوں سے زیادہ ووٹ حاصل کر بھی لیتی ہے تب بھی اس کے اقتدار کے دوران کئی ایسے واقعات رونما ہو سکتے ہیں جن سے صورت حال یکسر بدل جائے۔ مثلاً رائے عامہ کلیۃً تبدیل ہوسکتی ہے جس کے نتیجہ میں حکمران جماعت اکثریت کی حقیقی نمائندہ ہی نہیں رہتی۔ عوام میں بتدریج ہونے والی ذہنی تبدیلی بالآخر حکومت کی تبدیلی کے وقت صاف نظر آنے لگتی ہے۔ اگر عوام میں حکومت کی مقبولیت برقرار بھی رہے تب بھی یہ کوئی بعید از قیاس بات نہیں ہے کہ اہم فیصلے کرتے ہوئے حکمران پارٹی کے ساتھ اپنی وفاداری نبھانے کی خاطر اس فیصلہ کے حق میں اپنا ووٹ دیا ہو۔ اب اگر مخالف جماعتوں کے بالمقابل حکمران جماعت کے اپنے اراکین میں اختلاف پایا جاتا ہے تو بسا اوقات ایسا ہوگا کہ اکثریتی جماعت کا فیصلہ درحقیقت ایک اقلیت کا فیصلہ ہوگا جسے عوام پر ٹھونسا جائے گا۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ عوام کے مفاد کا تصور اور اچھے اور برے کا تصور وقت کے ساتھ ساتھ بدلتا بھی رہتا ہے اس لئے اگر فیصلے ابدی اور دائمی اصولوں کی بنیاد پر نہ کئے جائیں بلکہ فرد واحد کی صوابدید یا ایک پارٹی کی پسند، ناپسند کی روشنی میں عوامی بہبود کے فیصلے ہوں تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ پالیسی ہمیشہ تبدیل ہوتی رہے گی۔ جو کچھ آج اچھا دکھائی دے رہا ہے ہوسکتا ہے کہ کل کو برا نظر آنے لگے اور جو کل برا ہے وہ پرسوں اچھا بن جائے اور یہ صورت حال ایک عام آدمی کو مخمصہ میں مبتلا کر سکتی ہے۔ کمیونزم کا نصف صدی سے زائد عرصہ تک جاری رہنے والا وسیع تجربہ آخر اسی نعرہ پر ہی تو مبنی تھا کہ یہ سب کچھ عوام کے لئے ہے۔ آخر تمام سوشلسٹ ریاستوں میں آمرانہ نظام ہی تو رائج نہیں تھا۔ اسی طرح جمہوری طرز حکومت میں جہاں تک عوام کے ذریعہ حکومت کا سوال ہے تو اس لحاظ سے بھی سوشلسٹ ممالک اور جمہوری ممالک میں فرق یا تو بہت کم ہے یا سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔ ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ چونکہ سوشلسٹ ممالک میں منتخب ہونے والی تمام کی تمام حکومتیں عوام کے ذریعہ قائم نہیں ہوئیں اس لئے قابل مذمت ہیں ہاں البتہ آمرانہ نظام حکومت والے ممالک میں عین ممکن ہے کہ حکومت اپنی پسند کے امیدواروں کو منتخب کرانے کے لئے عوام کو اس رنگ میں مجبور کردے کہ ان کے پاس کوئی اور راستہ اختیار کرنے کی گنجائش ہی نہ رہے۔ مغربی دنیا کے چند ایک ممالک کو چھوڑ کر باقی دنیا کے جمہوری ممالک میں بھی ایسے ہتھکنڈوں کا استعمال ہرگز بعید از قیاس نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں اکثر جگہ جمہوریت کو پوری آزادی حاصل نہیں ہے۔ بہت کم ایسے انتخابات منعقد ہوتے ہیں جن کے بارہ میں کہا جاسکے کہ صحیح معنوں میں عوام کے ذریعہ ہوئے ہیں۔ دھاندلیوں، ہارس ٹریڈنگ اور پولیس وغیرہ کے ذریعہ خوف وہراس پھیلانے اور ایسے ہی دیگر ناجائز ہتھکنڈوں کے استعمال سے جمہوریت کی روح اتنی کمزور پڑ چکی ہے کہ اب جمہوریت کا صرف نام باقی رہ گیا ہے۔

جمہوریت کا اسلامی تصور

قرآن کریم کے مطابق لوگ اپنے لئے کوئی سا بھی نظام حکومت جو ان کے مناسب حال ہو اختیار کرنے میں آزاد ہیں۔ جمہوریت، بادشاہت، قبائلی نظام، جاگیردارانہ نظام سبھی درست اور بجا ہیں بشرطیکہ ایسا نظام ایک اچھی روایت اور ورثہ کے طور پر عوام کو بھی قابل قبول ہو تاہم معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم نے جمہوریت کو باقی سب نظاموں پر ترجیح دی ہے اور مسلمانوں کو جمہوری نظام اپنانے کی تلقین کی ہے اگرچہ قرآن کریم میں جمہوریت کا تصور وہ نہیں ہے جو مغربی طرز جمہوریت میں ہمیں دکھائی دیتا ہے۔ قرآن کریم نے کہیں بھی جمہوریت کی کھوکھلی اور سطحی تعریف پیش نہیں کی۔ قرآن کریم صرف غایت درجہ کے اہم اور بنیادی اصول بیان فرماتا ہے اور باقی تفاصیل خود عوام کی مرضی پر چھوڑ دیتا ہے۔ اب اگر کوئی قرآن کریم کی تعلیم پر عمل کرے گا تو وہ فائدہ اٹھائے گا اور اگر وہ صحیح راستہ کو چھوڑے گا تو ہلاک ہوگا۔

اسلامی جمہوریت کے دو ستون

جمہوریت کے اسلامی تصور کے دو بنیادی ستون ہیں۔

ا۔ انتخابات کا جمہوری عمل کلیۃً دیانت داری پر مبنی ہونا چاہئے۔ اسلام ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ ووٹ کا حق استعمال کرتے وقت ہمیشہ یہ احساس رہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دیکھ رہا ہے۔ پس جہاں ہم اپنے فیصلہ کے ذمہ دار ہیں وہاں اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی جوابدہ ہیں اس لئے ووٹ اس کو دیا جائے گا جو اس قومی ذمہ داری کو ادا کرنے کا نہ صرف سب سے زیادہ اہل ہو بلکہ خود بھی دیانت دار ہو۔ اس تعلیم میں یہ بات بھی مضمر ہے کہ ووٹ ڈالنے کا حق رکھنے والے سب لوگ اپنے اس حق کو ضرور استعمال کریں سوائے اس کے کہ وہ حالات کے آگے بے بس ہوں یا اس حق کے استعمال میں کوئی اور رکاوٹ حائل ہو۔

۲۔ حکومتوں کو کامل انصاف کے اصول پر کام کرنا چاہئے۔ اسلامی جمہوریت کا دوسرا ستون یہ ہے کہ فیصلے کرتے ہوئے کامل انصاف کو اپنایا جائے۔ انصاف سے کسی قیمت پر بھی انحراف نہ کیا جائے خواہ معاملہ سیاسی ہو یا سماجی یا اقتصادی۔ حکومت کی تشکیل کے بعد پارٹی کے اندر ہونے والی ووٹنگ کے دوران ہمیشہ انصاف کے تقاضوں کو پورا کیا جائے۔ پارٹی کا کوئی مفاد یا کوئی سیاسی مصلحت ان فیصلوں پر اثر انداز نہیں ہونی چاہئے۔ اپنے دوررس نتائج کے لحاظ سے اس روح کے ساتھ کئے گئے فیصلوں پر ہی جمہوریت کی وہ تعریف صادق آئے گی جو ابراہیم لنکن نے پیش کی تھی۔ یعنی ایسی حکومت عوام کی حکومت ہوگی، عوام کے ذریعہ ہوگی اور عوام کے لئے ہوگی۔

مشاورت

قرآن کریم نے جمہوریت کی روح اور اس کے مرکزی نکتہ کو بڑی وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور مسلمانوں کو بتایا ہے کہ بلاشبہ جمہوریت باقی تمام نظاموں سے بہتر نظام حکومت ہے تاہم بادشاہت کو کہیں بھی لادین اور مذموم طرز حکومت قرار دے کر کلیۃً رد نہیں کیا گیا ہے۔ قرآن کریم ایک مثالی اسلامی معاشرہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

﴿ فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۔ وَمَا عِنْدَاللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰی لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰی رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ۔ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَاغَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ۔ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ص وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰی بَيْنَهُمْ۔ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ۔ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْیُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴾ (سورۃ الشوریٰ آیات۳۷تا۴۰)

ترجمہ:۔ پس جو بھی تمہیں دیا گیا ہے وہ دنیا کی زندگی کا عارضی سامان ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ اچھا اور ان لوگوں کے لئے سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے جو ایمان لائے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں اور جو بڑے گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے اجتناب کرتے ہیں اور جب غضبناک ہوں تو بخشش سے کام لیتے ہیں اور جو اپنے رب کی آواز پر لبیک کہتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور ان کا امر باہمی مشورہ سے طے ہوتا ہے اور اس میں سے جو ہم نے انہیں عطا کیا خرچ کرتے ہیں۔ اور وہ جن پر جب زیادتی ہوتی ہے تو وہ بدلہ لیتے ہیں۔

اَمْرُهُمْ شُوْرٰی بَيْنَهُمْ کا تعلق مسلم معاشرہ کی سیاسی زندگی سے ہے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ امور سلطنت سے متعلق ان کے فیصلے باہمی مشاورت سے طے پاتے ہیں۔ جمہوریت کی مندرجہ بالا تعریف کا پہلا حصہ یعنی حکومت عوام کی ہے اسی آیت مبارکہ کی تصدیق کر رہا ہے۔ چنانچہ ایک مسلم معاشرہ میں عوامی رائے باہمی مشورہ کے طفیل حکومتی فیصلہ بن جاتی ہے۔

جمہوریت کی تعریف کا دوسرا حصہ یہ ہے کہ حکومت لوگوں کے ذریعہ ہو۔ یہ امر بڑی وضاحت سے مندرجہ ذیل آیت میں بیان کیا گیا ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَهْلِهَا﴾ (سورۃ النساء آیت:59)

ترجمہ:۔ یقیناً اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے حقداروں کے سپرد کیا کرو۔

اس کا معنی یہ ہے کہ جب بھی حکومت کا انتخاب کرو تو ہمیشہ امانت ان لوگوں کے سپرد کرو جو اس کے سب سے زیادہ اہل ہوں۔ یہاں انتخاب کے اس عوامی حق کا مفہوماً ذکر کیا گیا ہے۔

اصل میں قرآن کریم زور اس بات پر دیتا ہے کہ اس حق کا استعمال کس طرح کیا جانا چاہئے۔ مسلمانوں کو یاد دلایا گیا ہے کہ یہ صرف ان کی ذاتی پسند یا ناپسند کا سوال نہیں ہے بلکہ اس سے بڑھ کر انتخاب کا حق ایک قومی امانت ہے اور جہاں امانت کا سوال ہو وہاں انسان اتنا آزاد نہیں ہوتا کہ جو چاہے کرتا پھرے بلکہ لازم ہے کہ وہ امانت کا حق پوری سچائی، ایمانداری اور ذاتی اغراض سے بالاتر ہو کر ادا کرے اور امانت ایسے لوگوں کے سپرد کی جائے جو درحقیقت اس کے اہل ہوں۔

بہت سے مسلمان علماء کے نزدیک اس آیت میں یہ اشارہ کیا گیا ہے کہ اسلام کا جمہوریت کے متعلق وہی نظریہ ہے جو مغرب کا سیاسی فلسفہ پیش کرتا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ بات محض جزوی طور پر ہی درست ہے۔ قرآن کریم نے شوریٰ کے جس نظام کا ذکر کیا ہے اس میں عصر حاضر کی مغربی جمہوریتوں اور ان کی جماعتی ریشہ دوانیوں کے لئے کوئی گنجائش باقی نہیں رکھی گئی۔

اسی طرح قرآن کریم اس طرز کے سیاسی بحث و مباحثہ کی اجازت بھی نہیں دیتا جو آج کل کی جمہوری طور پر منتخب اسمبلیوں اور ایوان ہائے نمائندگان کا خاصہ ہے۔ اس موضوع پر چونکہ مفصل بحث پہلے گزر چکی ہے اس لئے یہاں اسے دوہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

جمہوریت کی تعریف کے دوسرے حصّہ Government by the people کے ضمن میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ باہمی مشورہ کے اس نظریہ کے مطابق ووٹ دینے والے کو ووٹ کا حق مکمل اور غیر مشروط طور پر حاصل ہوتا ہے اور اس حق کو اس سے چھینا نہیں جاسکتا۔

آجکل جو جمہوریت رائج ہے اس کے مطابق ایک ووٹر اگر چاہے تو اپنا ووٹ کسی بے جان پُتلے کو دیدے اور چاہے تو اسے بیلٹ بکس میں ڈالنے کی بجائے ردّی کی ٹوکری میں پھینک دے۔ ہر دو صورتوں میں اسے کوئی ملامت نہیں کی جاسکتی نہ ہی اسے جمہوریت کے کسی اصول کی خلاف ورزی پر کسی قسم کی تنقید کا نشانہ بنایا جاسکتا ہے۔ لیکن یاد رہے کہ قرآن کریم جس جمہوریت کو پیش کرتا ہے اس کے مطابق ایک رائے دہندا اپنے اس حق کے استعمال میں مطلقاً آزاد نہیں ہے بلکہ ووٹ اس کے پاس ایک امانت ہے اور ایک امین کی حیثیت سے اسے چاہئے کہ وہ یہ امانت پورے انصاف کے ساتھ واپس لوٹائے یعنی اپنا ووٹ اس شخص کو دے جو اس کا سب سے زیادہ اہل ہے۔

ووٹ دینے والے کو اس بات سے خوب اچھی طرح آگاہ ہونا چاہئے کہ وہ ایک دن اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے اعمال کا جوابدہ ہوگا۔ اس اسلامی تصور کے مطابق اگر کسی سیاسی پارٹی کا رکن اپنی ہی پارٹی کے نامزد امیدوار کے متعلق یہ سمجھتا ہے کہ وہ اس قومی ذمہ داری کا اہل ثابت نہیں ہوگا تو اسے چاہئے کہ ایسے شخص کے حق میں ووٹ دینے کی بجائے ایسی پارٹی سے الگ ہو جائے۔ پارٹی کے ساتھ وفاداری حق رائے دہی کے آزادانہ استعمال میں روک نہیں بننی چاہئے۔

یہ بھی ضروری ہے کہ ہر ووٹر الیکشن کے دوران اپنا ووٹ ضرور استعمال کرے سوائے اس کے کہ وہ بامرِ مجبوری ایسا کرنے سے قاصر ہو۔ اگر ووٹر اپنا ووٹ استعمال نہیں کرتا تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ امانت کا حق ادا کرنے میں ناکام رہا ہے۔

بتایا جاتا ہے کہ امریکہ میں قریباً آدھے ووٹر اپنا ووٹ استعمال کرنے کی زحمت ہی گوارا نہیں کرتے۔ اسلام کے نظریہ جمہوریت میں اپنے ووٹ کے عدمِ استعمال کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اسلامی حکومت کیا ہے؟

آج کے مسلمان سیاسی مفکرین کو یہ دعوٰی کرنے کا بڑا شوق ہے کہ اسلام جمہوریت کا دوسرا نام ہے۔ ان کے سیاسی فلسفہ کے مطابق آخری اختیار چونکہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اس لئے حاکمیت اعلیٰ بھی اسی کو حاصل ہے۔ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی بادشاہت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

فَتَعٰلَی اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ج لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِo (سورۃ المومنون آیت ۱۱۷)

ترجمہ:۔ پس بہت بلند مرتبہ ہے اللہ سچا بادشاہ۔ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ معزز عرش کا رب ہے۔

باقی صفحہ نمبر 8 پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں مسیح موعودؑ کے زمانہ کی نشانیاں موجود ہیں۔ جب یہ نشانیاں پوری ہو چکی ہیں تو سمجھ لینا چاہئے کہ یہ مسیح موعود کا زمانہ ہی ہے۔

ایک وقت تک تمام علماء اس بات پر متفق تھے کہ مسیح و مہدی کا ظہور چودھویں صدی میں ہوگا۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز-فرمودہ 03 رفروری 2006ء بمطابق 03 تبلیغ 1385 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح ،لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ-اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ-مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ-اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ-صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ ۔

﴿مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ۔ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا۔ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۔ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا﴾ (بنی اسرائیل:16)

گزشتہ جمعہ کو مَیں نے زلزلوں ، تباہیوں اور آفتوں کے حوالے سے بات کی تھی اور بتایا تھا کہ پاکستان کے شمالی علاقہ جات میں جو زلزلہ آیا اس پر لوگوں نے بہت سارے سوال اٹھائے اور اس ضمن میں بعض سوال ایک اخبار نے علماء کے سامنے رکھے۔ ان سوالوں کے جواب میں تقریباً تمام علماء نے، جیسا کہ آپ نے سنا تھا، یہ تو تسلیم کیا کہ جو آفات آ رہی ہیں یہ گناہوں کی زیادتی اور خدا تعالیٰ کے حکموں سے دور ہٹنے کی وجہ سے ہیں اور سزا ہیں یا عذاب ہیں۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی انہوں نے کہا کہ اس کا حضرت عیسیٰؑ کی آمد سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ سوال کرنے والے نے یہ بھی سوال کیا تھا۔ اور علماء اس کے لئے اب عام طور پر یہ دلیل دیتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کا دوبارہ آنا تو قرب قیامت کے وقت ہے اور ابھی تو اس طرف سفر شروع ہوا ہے۔ کوئی کچھ عرصہ بتاتا ہے اور کوئی کچھ۔ اور ایک عالم نے تو بڑے معیّن کر کے سات سو کچھ سال کا عرصہ بتایا ہے کہ ابھی وقت ہے عیسیٰ کے آنے میں۔ منہ سے ہی کہنا ہے نا، کونسی کسی نے ان کی باتوں پر تحقیق کرنی ہے۔

پہلے یہ کہا کرتے تھے کہ گو مسیح و مہدی نے چودہویں صدی میں آنا ہے لیکن ابھی نہیں آیا اور ابھی چودہویں صدی ختم نہیں ہوئی، بڑا عرصہ پڑا ہے اس کے ختم ہونے میں۔ پھر چودہویں صدی بھی ختم ہو گئی۔ بعض جاہل مولویوں نے تو (ویسے تو سارے ہی جاہل ہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہیں مانا) کہا کہ چودہویں صدی لمبی ہو گئی ہے ابھی ختم ہی نہیں ہو رہی۔ پھر شاید کسی نے سمجھایا کہ یہ کیا جہالت کی باتیں کرتے ہو۔ پھر کچھ نام نہاد پروفیسروں اور ڈاکٹر علماء کو بھی اپنی علمیت کے اظہار کرنے کا موقع ملا، لوگوں کو اکٹھا کرنے کا موقع ملا۔ تو انہوں نے یہ مؤقف اختیار کیا کہ مسیح و مہدی کی آمد تو قرب قیامت کی نشانی ہے اس لئے ابھی وقت نہیں آیا جیسا کہ مَیں نے ابھی بتایا۔ اور بعض عرب علماء نے اپنے پہلے نظریہ کے خلاف یہ تو تسلیم کر لیا اور یہ بات مان لی کہ حضرت عیسیٰؑ کی وفات ہو چکی ہے اور ساتھ یہ بھی کہنے لگ گئے کہ مسیح کی آمد ثانی کی جو احادیث ہیں وہ ساری غلط ہیں، اب کسی نے نہیں آنا۔ اور یہ کہ ہم جو علماء ہیں یا بعض ملکوں میں علماء کے ادارے ہیں دین کی تجدید کرنے کے لئے یہی کافی ہیں۔ بہرحال اس کو غلط ثابت کرنے کی ان کے پاس کوئی دلیل نہیں تھی لیکن ہٹ دھرمی ہے۔ اور پھر انہوں نے جماعت کے خلاف جھوٹے فتووں کی بھرمار کر دی۔ بعض فتوے دینے والوں نے تو ہماری طرف ایسی باتیں منسوب کیں، ایسی تعلیم منسوب کی جس کا ہماری تعلیم سے دُور کا بھی واسطہ نہیں ہے، کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ اور یہ فتوے صرف مسلمانوں میں احمدیوں کے خلاف نفرت اور فساد پھیلانے کے لئے جاری کئے گئے ہیں۔ اور ان باتوں پہ جو ہماری طرف منسوب کی گئی ہیں ان پر ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں صرف اتنا ہی کہتے ہیں بلکہ یہی دعا ہے کہ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ وَالْفَاسِقِيْنَ۔ اور ان فتوے دینے والوں کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔

ابھی پچھلے دنوں دو نئے فتوے بھی جاری ہوئے ہیں۔ لیکن عام مسلمانوں سے ہمارے دل میں جو ہمدردی ہے اور جو پیغام ان تک پہنچانا ہمارے سپرد ہے یا جو کام ہمارے سپرد کیا گیا ہے اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے مَیں مسیح و مہدی کی بعثت کے بارے میں کچھ کہوں گا کہ آیا آنے کا یہ وقت اور زمانہ ہے یا نہیں۔ جیسا کہ مَیں نے کہا تھا کہ ایک وقت تک تمام علماء اس بات پر متفق تھے کہ مسیح و مہدی کا ظہور چودہویں صدی میں ہوگا یا اس کے قریب ہوگا اور تمام پرانے ائمہ اور اولیاء اور علماء اس بات کی خبر دیتے آئے کہ یہ زمانہ جو آنے والا ہے مسیح و مہدی کے ظہور کا ہوگا اور جو اس زمانے کے لوگ تھے یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے کے یا قریب زمانے کے وہ تو مسلمانوں کے حالات دیکھ کر اس یقین پر قائم تھے کہ عنقریب مسیح و مہدی کا ظہور ہوگا۔ اس زمانے میں جن لوگوں کو دین کا درد تھا خدا سے دعا کیا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اسلام کی اس ڈوبتی کشتی کو سنبھال لے۔ بہرحال ان خبر دینے والوں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے قبل کے حالات پیش کرنے والوں کے حوالے مَیں پیش کرتا ہوں جو کہ جماعت احمدیہ سو سال سے زائد عرصے سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے سے پیش کر رہی ہے بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہی یہ باتیں پیش کی ہیں، سامنے رکھی ہیں۔ لیکن کیونکہ اب پھر لوگ یہ سوال اٹھا رہے ہیں اس لئے میں دوبارہ اس کا ذکر کر رہا ہوں اور ہمیں تو کرتے بھی رہنا چاہئے، پیغام پہنچانے کے لئے ضروری بھی ہے تاکہ جماعت میں بھی پیغام پہنچانے کی طرف تیزی پیدا ہو، اور لوگوں پر بھی واضح ہو، کیونکہ اب خدا تعالیٰ نے ہمیں ایسے ذرائع میسر فرما دیئے ہیں جس کے ذریعہ سے غیروں کی بہت بڑی تعداد کسی نہ کسی طریقے سے پیغام سن لیتی ہے۔

تو بہرحال پہلا حوالہ ہے حضرت نعمت اللہ ولی رحمۃ اللہ علیہ کا۔ وہ چھٹی صدی ہجری کے صاحب کرامات بزرگ ہیں، ایک فارسی قصیدے میں فرماتے ہیں۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ بارہ سو سال گزرنے کے بعد عجیب نشان ظاہر ہوں گے اور مہدی اور مسیح ظاہر ہوں گے۔

(اربعین فی احوال المہدیین ۔محمد اسماعیل شہید)

پھر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جن کی وفات 1176 ہجری میں ہوئی فرماتے ہیں کہ میرے ربّ نے مجھے بتایا ہے کہ قیامت قریب ہے اور مہدی ظاہر ہونے کو ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ اسی طرح (یہ بات ان کی کتاب تفہیمات الٰہیہ میں چھپی ہوئی ہے) آپ نے امام مہدی کی تاریخ ظہور لفظ چراغ دین میں بیان فرمائی ہے جس کے حروف ابجد 1268 بنتے ہیں۔ (حجج الکرامہ صفحہ نمبر 394)

پھر نواب صدیق حسن خان صاحب کے بیٹے نواب نورالحسن خان، گو ماننے والے تو نہیں لیکن انہوں نے بھی حضرت امام جعفر صادقؒ سے مروی یہ بات کی ہے کہ امام مہدی سن 200 میں نکل کھڑے ہوں گے یعنی بعد 1000 ہجری کے بارہویں صدی میں۔ پھر خود ہی کہتے ہیں کہ مَیں کہتا ہوں کہ اس حساب سے مہدی کا ظہور شروع تیرہویں صدی پر ہونا چاہئے۔ مگر یہ صدی پوری گزر گئی مہدی نہ آئے۔ اب چودہویں صدی ہمارے سر پر آئی ہے اس صدی کے اس کتاب کے لکھنے تک چھ مہینے گزر چکے ہیں۔ شاید اللہ تعالیٰ اپنا رحم فرمائے۔ (اقتراب الساعة صفحہ221) دعا تو یہ کرتے ہیں لیکن مانتے نہیں۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: نواب صدیق حسن خان نے لکھا ہے کہ نزول مسیح میں کوئی شخص چودہویں صدی سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ یعنی جو تمام باتیں اور خبریں اور مکاشفات ہیں چودہویں صدی کی خبر دیتی ہیں۔ فرمایا کہ ترقی قمر بھی 14 تک ہی معلوم ہوتی ہے جیسے قرآن شریف میں

ہے ﴿وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ﴾ (یسین:40)۔
(البدر جلد 1نمبر5،6مورخہ28/ نومبر و5/ دسمبر1902ء صفحہ39)

پھر ایک مولانا ہیں سید ابوالحسن علی ندوی معتمد تعلیم دارالعلوم ندوۃ العلماء۔ یہ ماننے والوں میں سے تو نہیں ہیں بلکہ ہمارے خلاف ہی ہیں لیکن حالات کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: ''مسلمانوں پر عام طور پر یاس و ناامیدی حالات و ماحول سے شکست خوردگی کا عالم تھا۔ 1857ء کی جدوجہد کے انجام اور مختلف دینی و عسکری تحریکوں کو دیکھ کر معتدل اور معمولی ذرائع اور طریقہ کار سے انقلاب حال اور اصلاح سے لوگ مایوس ہو چلے تھے اور عوام کی بڑی تعداد کسی مردغیب کے ظہور اور ملہم اور مؤید من اللہ کی آمد کی منتظر تھی۔ کہیں کہیں یہ خیال بھی ظاہر کیا جاتا تھا کہ تیرہویں صدی کے اختتام پر مسیح موعود کا ظہور ضروری ہے۔ مجلسوں میں زمانہ آخر کے فتنوں اور واقعات کا چرچا تھا''۔ (قادیانیت صفحہ17از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی۔ مکتبہ دینیات 134شاہ عالم مارکیٹ لاہور۔ طبع اول1959)

تو یہ بات ثابت کردی ہے، اپنی باتوں سے کہہ گئے اور لوگ بھی مانتے تھے کہ مسیح موعودؑ کا زمانہ ہے لیکن جب دعویٰ ہوا ماننے کو تیار نہیں تھے۔

پھر یہ لکھتے ہیں کہ: ''عالم اسلام مختلف دینی و اخلاقی بیماریوں اور کمزوریوں کا شکار تھا۔ اس کے چہرے کا سب سے بڑا داغ وہ شرک جلی تھا جو اس کے گوشے گوشے میں پایا جاتا تھا۔ قبریں اور تعزیے بے محابا بج رہے تھے، غیر اللہ کے نام کی صاف صاف دہائی دی جاتی تھی۔ بدعات کا گھر گھر چرچا تھا۔ خرافات و توہمات کا دور دورہ تھا۔ یہ صورتحال ایک ایسے دینی مصلح اور داعی کا تقاضا کر رہی تھی جو اسلامی معاشرے کے اندر جاہلیت کے اثرات کا مقابلہ اور مسلمانوں کے گھروں میں اس کا تعاقب کرے۔ جو پوری وضاحت اور جرأت کے ساتھ توحید و سنت کی دعوت دے اور اپنی پوری قوت کے ساتھ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ کا نعرہ بلند کرے۔ (قادیانیت صفحہ219از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی۔مکتبہ دینیات 134شاہ عالم مارکیٹ لاہور۔ طبع اول1959)

یہ سب کچھ ہو رہا تھا اور اس زمانے میں ساروں نے تسلیم کیا اور اب بھی اس قسم کی باتوں کو سارے تسلیم کرتے ہیں لیکن یہ بھی کہتے ہیں مسیح کی ضرورت نہیں اور یہ کہ مہدی یا مسیح کا ابھی وقت نہیں آیا۔ یعنی جس دین کو خدا تعالیٰ نے آخری اور مکمل دین بنا کر بھیجا تھا اس کی انتہائی کسمپرسی کی حالت تھی لیکن خدا تعالیٰ کو اس کی پرواہ نہیں تھی کہ اس کے دین کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ اپنے وعدوں کے خلاف نعوذ باللہ، اللہ تعالیٰ چل رہا تھا اور جس مسیح و مہدی کو اپنے وعدوں کے مطابق اس نے مبعوث کرنا تھا وہ نہیں کر رہا تھا۔

حضرت ابوقتادہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کی علامات کا ظہور 200سال کے بعد ہوگا۔ (سنن ابن ماجہ کتاب الفتن باب الآیات)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کا یہ معنٰی بھی ہے کہ ہزار سال کے بعد دوسو سال۔ یعنی 1200سال گزرنے کے بعد علامات مکمل طور پر ظاہر ہوں گے اور وہی زمانہ مہدی کے ظہور کا زمانہ ہے۔ (مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح)

تو یہ تو ان ساری باتوں سے ثابت ہو گیا کہ ظہور کا زمانہ وہی تھا جس کے بارے میں ہم کہتے ہیں نہ کہ وہ جس کی آجکل کے علماء تشریح کرتے ہیں کہ ابھی اتنے سوسال پڑے ہیں یا اتنے سوسال پڑے ہیں۔ ان باتوں سے جو میں نے مختلف ائمہ کی پڑھی ہیں اور شاہ ولی اللہ کا اقتباس، اس سے ہم نے دیکھ لیا کہ ان سب نے مسیح و مہدی کے آنے کا وقت 12ویں صدی کے بعد کا کوئی زمانہ بتایا ہے۔ یہ نہیں کہا کہ 19ویں صدی میں یا 20ویں صدی میں یا فلاں وقت میں آنا ہے۔ ہر جگہ 12ویں صدی کا ذکر ہے۔ اور جب 12ویں صدی کا ذکر ہے تو اس کا واضح مطلب یہی ہے کہ کم و بیش اسی زمانے میں مبعوث ہونا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جو 12ویں صدی کے مجدد تھے انہوں نے تو اور بھی معین کر دیا ہے یعنی 1268۔ اور یہ کم و بیش وہی زمانہ بنتا ہے جس زمانے میں مسیح موعود کے ظہور کی توقع کی جارہی تھی۔

اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آیت ﴿وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ﴾ (سورۃ الجمعۃ:5) کے حوالے سے ایک اور نکتہ بیان فرمایا ہے کہ اس کے اعداد 1275 بنتے ہیں یعنی جس شخص نے آخرین کو پہلوں سے ملانا ہے یا ملانا تھا اُس کو اسی زمانے میں ہونا چاہئے تھا جس کے بارے میں سب توقع کر رہے تھے اور جس کی ضرورت بھی تھی۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ یہی وہ سال بنتے ہیں جب میں روحانی لحاظ سے اپنی بلوغت کی عمر کو تھا اور اللہ تعالیٰ مجھے تیار کر رہا تھا۔

پس یہ ساری باتیں اتفاقی نہیں ہیں۔ ان علماء کو اگر وہ حقیقت میں علماء ہیں غور کرنا چاہئے سوچنا چاہئے کہ یہ پرانے بزرگوں کی بتائی ہوئی خبریں ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ہیں قرآن کریم نے بھی مسیح کے آنے کی کچھ نشانیاں بتائی ہیں۔ ان پر غور کریں اور یہ کہہ کر عوام کو گمراہ نہ کریں کہ ان ساری باتوں کا، ان آفات کا مسیح کی آمد سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مسیح کی آمد کے زمانے کے تعین کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن و حدیث سے جو ثابت کیا ہے وہ بات میں بتاتا ہوں لیکن اس سے پہلے ایک حدیث بیان کرنا چاہتا ہوں جس سے پتہ چلے گا کہ آجکل کے علماء جس قسم کے جواب دے رہے ہیں ان سے یہی توقع کی جاسکتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: اللہ تعالیٰ علم کو لوگوں سے یکدم نہیں چھینے گا بلکہ عالموں کی وفات کے ذریعے علم ختم ہوگا جب کوئی عالم نہیں رہے گا تو لوگ انتہائی جاہل اشخاص کو اپنا سردار بنا لیں گے۔ اور ان سے جا کر مسائل پوچھیں گے اور وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے۔ پس خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔
(بخاری کتاب العلم باب کیف یقبض العلم)

اس حدیث سے علماء وقت جنہوں نے ابھی تک مسلمانوں کو غلط رہنمائی کر کے مسیح و مہدی کی تلاش سے دور رکھا ہوا ہے، اس کو پہچاننے سے دُور رکھا ہوا ہے یا جو دُور رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کا حال تو حدیث میں ظاہر ہو گیا۔ لیکن ان کے اس حال کا قرآن کریم میں بھی ذکر ہے۔ پس یہ حال ان علماء کا دیکھ کر ہمیں خاموش نہیں ہو جانا چاہئے بلکہ کوشش کر کے ہر مسلمان کو ان کا یہ حال بتانا چاہئے کہ انہوں نے تو اللہ رسول کی بات نہ مان کر اس انجام کو پہنچنا ہے جہاں اللہ کی ناراضگی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ لیکن اے مسلمانو! اگر تم اللہ کی رضا چاہتے ہو، دنیا، دین اور آخرت بچانا چاہتے ہو تو اس وقت اس زمانے کے حالات پر غور کرو اور تلاش کرو کہ یہ زمانہ کہیں مسیح موعود کا زمانہ تو نہیں ہے اور مسلمانوں کی یہ بے چارگی کی حالت اور یہ آفات وغیرہ بے وجہ کی دلوں کی سختی کا نتیجہ تو نہیں ہے۔ بہرحال جیسا کہ میں نے کہا تھا اس زمانے میں مسیح موعود کی آمد کے بارے میں حدیث میں اور قرآن میں نشانیاں بھی ملتی ہیں چند ایک کا میں حضرت مسیح موعودؑ کے حوالے سے ذکر کروں گا۔ یہ تو ہم نے دیکھ لیا کہ بعد کے علماء نے بھی اور جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب کے زمانے کے تھے، انہوں نے بھی، سب نے یہ تسلیم کر لیا کہ اسلام کی اور مسلمانوں کی حالت نہایت ابتر ہے۔ لیکن ہم سے وعدہ تو جیسا کہ میں نے کہا، یہ تھا کہ ایمان ثریا پر بھی چلا گیا تو اللہ تعالیٰ ایک شخص کو بھیجے گا جو ایمان کو واپس لے کر آئے گا۔ اس پر ابھی تک عمل نہیں ہوا۔ لیکن بہرحال یہ جو اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر غور نہ کرنے کا نتیجہ ہے کہ ابھی تک یہ خیال کیا جارہا ہے کہ نہیں آرہا۔

جب یہ آیت اتری کہ ﴿وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ﴾ (سورۃ الجمعۃ:5) تو سوال کرنے والے کے سوال پر کہ یہ آخرین کون ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ اگر ایمان ثریا پر بھی چلا گیا تو ان میں سے ایک شخص اس کو واپس لائے گا۔ اب ایمان ثریا پر جانے کی باتیں تو یہ لوگ کرتے ہیں۔ لیکن پھر یہ کہتے ہیں کہ ابھی مسیح موعود کا زمانہ نہیں آیا۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اس بات پر ہی بات ختم نہیں کر دی بلکہ اور نشانیاں بھی بتائی ہیں جن سے آخری زمانے اور دجالی زمانے کا پتہ چلتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اس بات کے ثبوت کے لئے یہ دراصل آخری زمانہ ہے۔ جس میں مسیح ظاہر ہونا چاہئے دو طور کے دلائل موجود ہیں، اول وہ آیات قرآنیہ اور آثار نبویہ جو قیامت کے قرب پر دلالت کرتے ہیں اور پورے ہو گئے ہیں۔ جیسا کہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ پورے ہونے کے چند گھنٹے بعد قیامت آجائے گی مطلب یہ کہ زمانہ اس طرف چل رہا ہے۔ فرمایا کہ جیسا کہ اونٹوں کی سواری کا موقوف ہو جانا جس کی تشریح آیت ﴿وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ﴾ (التکویر:5) سے ظاہر ہے یعنی جب 10 ماہ کی گابھن اونٹنیاں بغیر کسی نگرانی کے چھوڑ دی جائیں گی۔ فرمایا کہ دجالی زمانے کی علامات میں جبکہ ارضی علوم و فنون زمین سے نکالے جائیں گے۔ بعض ایجادات اور صنعات کو بطور نمونہ کے بیان فرمایا ہے۔ وہ یہ ہے اس وقت اونٹنی بیکار ہو جائے گی اور اس کی کچھ قدر و منزلت نہیں رہے گی۔ عِشَارُ حمل دار اونٹنی کو کہتے ہیں جو عربوں کی نگاہ میں بہت عزیز ہے اور ظاہر ہے قیامت کا اس سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ کیونکہ قیامت ایسی جگہ نہیں جہاں اونٹ اونٹنی کو ملے اور حمل ٹھہرے بلکہ یہ ریل کے نکلنے کی طرف اشارہ ہے۔ جس طرح آجکل دوسری سواریاں بھی ہیں۔ فرمایا: اور حمل دار ہونے کی اس لئے قید لگا دی کہ یہ قید دنیا کے واقعہ پر قرینہ ہو اور آخرت کی طرف ذرا بھی وہم نہ جائے۔ یعنی دنیا پر اس کا خیال کیا جائے نہ آخرت کی طرف جانے کا۔

پھر فرمایا: ﴿وَإِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ﴾ (التکویر:8) اور جس وقت جانیں باہم ملائی جائیں گی۔ یہ تعلقات اقوام اور بلاد کی طرف اشارہ ہے، مطلب یہ ہے کہ آخری زمانے میں بباعث راستوں کے کھلنے اور انتظام ڈاک اور تار برقی کے تعلقات بنی آدم کے بڑھ جائیں گے۔ اب تو اور بھی ذرائع کھل گئے ہیں آمنے سامنے بیٹھ کر تصویروں سے بھی باتیں ہو جاتی ہیں، ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے۔ فرمایا: ایک قوم دوسری قوم کو ملے گی اور دُور دُور کے رشتے اور تجارتی اتحاد ہوں گے اور بلاد بعیدہ کے دوستانہ تعلقات بڑھ جائیں

گے۔تو یہ پیشگوئی اس آخری زمانے کی ہے جو آئے روز ہم پوری ہوتی دیکھ رہے ہیں جو نظر آتی ہے۔

فرمایا کہ: ’’﴿وَاِذَالشَّمْسُ كُوِّرَتْ﴾(التکویر:2)۔جس وقت سورج لپیٹا جائے گا یعنی سخت ظلمت جہالت اور معصیت کی دنیا پر طاری ہوجائے گی۔

﴿وَاِذَاالنُّفُوْسُ زُوِّجَتْ﴾(التکویر:8) کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ’’یہ بھی میرے ہی لئے ہے.......... پھر یہ بھی جمع ہے کہ خدا تعالیٰ نے تبلیغ کے سارے سامان جمع کر دیئے ہیں۔چنانچہ مطبع کے سامان، کاغذ کی کثرت، ڈاکخانوں، تار، ریل اور دخانی جہازوں کے ذریعے کُل دنیا ایک شہر کا حکم رکھتی ہے۔ اور پھر نت نئی ایجادیں اس جمع کو اور بھی بڑھا رہی ہیں کیونکہ اسباب تبلیغ جمع ہو رہے ہیں۔اب فونوگراف سے بھی تبلیغ کا کام لے سکتے ہیں اور اس سے بہت عجیب کام نکلتا ہے۔اخباروں اور رسالوں کا اجراء۔غرض اس قدر سامان تبلیغ کے جمع ہوئے ہیں کہ اس کی نظیر کسی پہلے زمانہ میں ہم کو نہیں ملتی۔

(الحکم جلد 6نمبر43 مورخہ 30/نومبر1902ء صفحہ1-2)

مَیں ﴿وَاِذَالشَّمْسُ كُوِّرَتْ﴾(التکویر:2) پر بات کر رہا تھا کہ فرمایا کہ سخت ظلمت، جہالت اور معصیت دنیا پر طاری ہوجائے گی۔پھر فرمایا ﴿وَاِذَالنُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ﴾(التکویر:3) اور جس وقت تارے گدلے ہوجائیں گے۔یعنی علماء کا اخلاص جاتا رہے گا۔تو جیسا کہ مَیں نے کہا تھا کہ یہ علماء اس قرآنی پیشگوئی کے مطابق اب نورِ اخلاص پا ہی نہیں سکتے جب تک مسیح ومہدی کے ساتھ تعلق نہ جوڑ لیں اور یہ تعلق یہ لوگ جوڑنا نہیں چاہتے۔ان سے پہلے بھی اسی طرح انتظار کرتے کرتے خالی ہاتھ چلے گئے اور یہ بھی چلے جائیں گے۔لیکن مسلم اُمّہ یہ یاد رکھے کہ ان کی ان باتوں میں آ کر اپنی دنیا و عاقبت خراب نہ کریں۔اللہ کے حضور جب حاضر ہوں گے تو یہ جواب کام نہیں آئے گا کہ ہمارے علماء نے غلط رہنمائی کی تھی اس لئے ہمارے گناہ ان کے سر۔یہ آیت جو مَیں نے تلاوت کی ہے اس میں تو اللہ تعالیٰ نے صاف بتا دیا ہے کہ کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گی پس سب کے لئے غور کرنے کا مقام ہے۔ پھر اس زمانے کی ایک قرآنی پیشگوئی ہے۔فرمایا کہ ﴿وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ﴾(التکویر:6) اور جس وقت وحشی آدمیوں کے ساتھ اکٹھے جائیں گے۔مطلب ہے کہ وحشی قومیں تہذیب کی طرف رجوع کریں گی اور ان میں انسانیت اور تہذیب آئے گی۔دیکھیں یہ سب قرآنی پیشگوئیاں آج کے زمانے میں پوری ہو رہی ہیں۔

پھر فرمایا ﴿وَاِذَاالصُّحُفُ نُشِرَتْ﴾ (التکویر:11) یعنی اس وقت خط و کتابت کے ذریعے عام ہوں گے۔اور کتب کثرت سے دستیاب ہوں گی۔

پھر ایک نشانی ﴿وَاِذَالْبِحَارُ سُجِّرَتْ﴾(التکویر:06) یعنی اور جب سمندر پھاڑے جائیں گے۔تو دیکھ لیں آجکل دریا بھی ملائے گئے، سمندر بھی ملائے گئے، نہری نظام قائم کیا گیا۔تو یہ سب اس زمانے کی جدید ایجادات کی وجہ سے ہے۔اور مغربی قوموں کی ترقی کے بعد ان سب چیزوں میں اور بھی زیادہ ترقی ہوئی یا دنیا میں پھیلائی گئی ہیں۔پس یہ چیزیں بتاتی ہیں کہ ظہور امام مہدی آخری زمانے کی نشانی اور دجّال کے آنے سے وابستہ تھا۔دجّال کے آنے سے ہی مسیح نے بھی آنا تھا۔تو جب یہ نشانیاں پوری ہو رہی ہیں تو مسیح کی آمد کا ابھی تک کیوں انتظار ہے۔مسیح کو کیوں قیامت سے ملانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ صرف ایک ضد ہے، ہٹ ہے۔اللہ ہی ہے جو ان کو عقل دے۔

پھر ایک حدیث ہے مسیح کی آمد کے نشان کے طور پر اور یہ ایسی حدیث ہے کہ اسے جب بھی احمدی پیش کرتے ہیں تو مخالف کے پاس کا اس کوئی رد نہیں ہوتا۔اور وہ ہے سورج اور چاند گرہن کی۔اور اس نشان کو ہم حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کے طور پر پیش کرتے ہیں۔اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام مسیح موعود نہیں ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چیلنج کے رنگ میں فرمایا تھا کہ یہ نشان کبھی ظاہر نہیں ہوا۔تو پھر کسی اور کا دعویٰ دکھا دینا چاہئے کیونکہ نشان تو ظاہر ہو چکا ہے، دو دفعہ ظاہر ہو چکا ہے۔تو اس نشان کے دیکھنے کے بعد پھر بھی یہ کہتے ہیں کہ مسیح موعود کا زمانہ نہیں ہے۔

حدیث کے الفاظ یہ ہیں حضرت محمد بن علیؓ یعنی حضرت امام باقر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہمارے مہدی کی صداقت کے دو نشان ایسے ہیں کہ جب سے زمین و آسمان پیدا ہوئے ہیں وہ کسی کی صداقت کے لئے اس طرح ظاہر نہیں ہوئے۔اول یہ کہ اس کی بعثت کے وقت رمضان میں پہلی تاریخ کو چاند گرہن لگے گا۔اور درمیانی تاریخ کو سورج گرہن لگے گا۔اور یہ دونوں نشان کے طور پر پہلے کبھی ظاہر نہیں ہوئے۔

(سنن دارقطنی باب صفة صلوٰة الخسوف والکسوف وھیئتھما صفحہ188/1
مطبع انصاری دہلی1310ھ)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: ’’مسیح موعود کا یاجوج ماجوج کے وقت میں آنا ضروری ہے اور کیونکہ اَجِیْج آگ کو کہتے ہیں جس سے یاجوج ماجوج کا لفظ مشتق ہے۔اس لئے جیسا کہ خدا نے مجھے سمجھایا ہے یاجوج ماجوج وہ قوم ہے جو تمام قوموں سے زیادہ دنیا میں آگ سے کام لینے میں استاد بلکہ اس کام کی موجد ہے۔اور ان ناموں میں یہ اشارہ ہے کہ ان کے جہاز، ان کی ریلیں، ان کی کلیں آگ کے ذریعہ سے چلیں گی۔اور ان کی لڑائیاں آگ کے ساتھ ہوں گی۔اور وہ آگ سے خدمت لینے کے فن میں تمام دنیا کی قوموں سے فائق ہوں گے۔اور اسی وجہ سے وہ یاجوج ماجوج کہلائیں گے۔سو وہ یورپ کی قومیں ہیں جو آگ کے فنوں میں ایسے ماہر اور چابک اور یکتائے روزگار ہیں کہ کچھ بھی ضرور نہیں کہ اس میں زیادہ بیان کئے جائے۔پہلی کتابوں میں بھی جو بنی اسرائیل کے نبیوں کو دی گئیں یورپ کے لوگوں کو ہی یاجوج ماجوج ٹھہرایا ہے۔بلکہ ماسکو کا نام بھی لکھا ہے جو قدیم پایہ تخت روس تھا۔سو مقرر ہو چکا تھا کہ مسیح موعود یاجوج ماجوج کے وقت میں ظاہر ہوگا‘‘۔

(ایام الصلح ، روحانی خزائن جلد نمبر14صفحہ425)

پس ائمہ نے قرآن وحدیث سے علم پا کر بتا دیا کہ مسیح موعود اس زمانے میں ہوگا۔علماء سابقہ اور موجودہ نے کہا کہ اس زمانے کے حالات بتا رہے ہیں، مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ نبی ہونا چاہئے۔قرآن کریم نے نشانیاں بتا دیں جن میں سے بعض کا مَیں نے ذکر کیا ہے۔یہ آخری زمانے کی باتیں ہیں، جب یہ باتیں ہو رہی ہوں تو سمجھ لینا چاہئے کہ یہ مسیح موعود کا زمانہ ہی ہے۔

پھر ایک روشن نشان جو چیلنج کے رنگ میں پیش کیا جاتا ہے جس کی تشریح امام باقر نے کی ہے وہ بتایا کہ مسیح موعود کے وقت میں سورج اور چاند کا گرہن لگنا تھا۔تو پھر یہ کہنا کہ ابھی مسیح موعود کے آنے کا وقت نہیں آیا خدا کے غضب کو آواز دینے والی بات ہے۔خود تسلیم کرتے ہیں کہ یہ آفات ہماری غلطیوں اور گناہوں کا نتیجہ ہیں۔جو آیت مَیں نے پڑھی ہے، اس کے آخری حصے کا جو حوالہ گزشتہ خطبہ میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اقتباس میں سے مَیں نے دیا تھا، اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ ہم ہرگز عذاب نہیں دیتے یہاں تک کہ کوئی رسول بھیج دیں اور حجت تمام کر دیں۔تو خود ہی یہ کہہ کر کہ یہ عذاب ہیں پھر اس آیت کے اس حصے پر بھی غور کریں اور بجائے یہ کہنے کے کہ مسیح موعود کے آنے کا وقت نہیں ہوا یا اس کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔یا ابھی 726 یا 728 سال باقی ہیں یا 200 سال باقی ہیں۔اور بجائے یہ کہنے کے کہ یہ غلط ہے جھوٹا آدمی ہے۔اللہ تعالیٰ کے اس انذار کو ردّ کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ سے رہنمائی مانگیں۔اس سے رہنمائی مانگتے ہوئے اس کی پناہ میں ان لوگوں کو آنے کی کوشش کرنی چاہئے۔اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو عقل و شعور دے جو اس انذار کی شدت کو سمجھ نہیں رہے اور نام نہاد علماء یا دنیا کے لھو ولعب کے پیچھے بھٹک رہے ہیں۔ کیونکہ یہ اکٹھے نہیں، مذہب سے کوئی تعلق نہیں ان کی بعض حرکتیں بیہودہ ہیں اسی وجہ سے غیروں کو بھی موقع مل رہا ہے کہ جو اسلام پہ بھی اعتراض کرتے ہیں اور بعض بیہودہ لغو قسم کی باتیں لکھتے اور شائع کرتے ہیں جس طرح پچھلے دنوں میں ایک کارٹون بنا کے شائع کیا گیا جس پر اب شور مچا رہے ہیں۔تو یہ ان کی اپنی حرکتیں ہی ہیں جن کی وجہ سے غیروں کو موقع مل رہا۔مخالفین کو موقع مل رہا ہے۔اور یہ اب جماعت احمدیہ ہی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کے مطابق ان چیزوں کا بھی ردّ کرتی ہے اور اللہ کے فضل سے اس کا اثر بھی ہوتا ہے۔

اب ڈنمارک میں اخبار کے ایڈیٹر یا لکھنے والے نے جو معافی مانگی ہے۔پہلے تو ضد میں آ گئے تھے۔اڑ گئے تھے کہ نہیں جو ہم نے کیا ہے ٹھیک ہے۔لیکن جب ہمارا وفد ملا، ان کو بتایا، سمجھایا تو ان کے کہنے پہ یہ معافی مانگی گئی ہے نہ کہ ان کے احتجاج پر۔ان کے سامنے انہوں نے اعتراف کیا ہے کہ ہاں تمہاری دلیل ٹھیک ہے اس پہ ہم معذرت کرتے ہیں۔دوسرے یورپین ملکوں میں بھی ہو رہا ہے تو وہاں بھی جماعت کو چاہئے کہ جا کے مل کے ان کو سمجھائیں۔کیونکہ بعض حرکات اپنوں کی ایسی ہیں جس کی وجہ سے اس طرح کی بیہودہ اور لغو حرکتیں غیروں کو کرنے کا موقع ملتا ہے۔

سورۃ تکویر میں جہاں اس زمانے کے حالات کی پیشگوئیاں ہیں وہاں اسلام کی آئندہ ترقی بھی مسیح موعود کے ذریعہ سے ہی وابستہ کی گئی ہے۔ان کے ذریعہ سے اکٹھے ہونے کی خبر دی گئی ہے۔اس لئے ان لوگوں میں سے کسی کو اس خیال میں نہیں رہنا چاہئے کہ مسیح موعود کو مانے بغیر اسلام اپنی کھوئی ہوئی طاقت حاصل کر لے گا۔یا یہ لوگ اپنی کھوئی ہوئی طاقت حاصل کر لیں گے۔جس طرح ان کا نظریہ ہے صرف خنزیروں کو مارنا ہی تو نہیں رہ گیا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اس کے لئے تو یہ عیسائی قوم ہی کافی ہے، مارتے رہتے ہیں اور کھاتے رہتے ہیں، تو مسیح بیچارے کو آنے کی، اس مشکل میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے۔اللہ تعالیٰ مسلمان کہلانے والے علماء کو بھی عقل دے اور مسلمان امت کو بھی کہ یہ حق کو پہچان سکیں۔اللہ تعالیٰ ان کا سینہ کھولے، دماغ کھولے۔ہمارا کام ان کے لئے دعا بھی کرنا ہے اور ان کو راستہ بھی دکھانا ہے، اور وہ ہمیں کرتے چلے جانا چاہئے۔اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

بقیہ: اسلام اورقومی و بین الاقوامی
سیاسی امن از صفحہ نمبر 4

یہ بنیادی اصول کہ آخری اور حقیقی اقتدار کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور وہی سب بادشاہوں کا بادشاہ ہے قرآن کریم میں کئی طرح سے بیان ہوُا ہے جس کی ایک مثال مذکورہ بالا آیت ہے۔

امور مملکت کی انجام دہی میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اعلیٰ کا اظہار دوطرح سے ہوتا ہے۔

(الف) قانون شریعت جس کا مأخذ کلام الٰہی ہے۔ سنت رسول اللہ ﷺ اور مستند احادیث جو قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کے حوالہ سے بیان کیں۔ یہ تین ذرائع اپنے مرتبہ کے لحاظ سے اول درجہ پر ہیں اور ہر قسم کی قانون سازی کے لئے ضروری راہنمائی مہیا کرتے ہیں۔ کسی بھی جمہوری حکومت کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ قرآن کریم' سنت رسول اللہ ﷺ اور احادیث مبارکہ میں مذکور احکام الٰہی میں کسی قسم کی مداخلت کرے۔

(ب) کوئی ایسی قانون سازی جائز نہیں ہوگی جو مذکورہ بالا اصول سے ٹکراتی ہو۔

بدقسمتی یہ ہے کہ مختلف اسلامی فرقے اس بات پر متفق نہیں ہو سکے کہ شریعت کے واضح اور دوٹوک قوانین کیا ہیں البتہ سب علماء اس پر متفق ہیں کہ قانون عطا کرنے کا حق صرف اللہ تعالیٰ ہی کو حاصل ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ پر قرآنی وحی کے ذریعہ اپنے آخری فیصلہ کا اظہار فرما دیا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ ایک مسلم مملکت کا نظم ونسق کس طریق پر چلایا جانا چاہئے۔ اس کے متعلق عام طور پر یہ خیال پایا جاتا ہے کہ روزمرہ کے انتظامی امور میں حکومت عوام کے نمائندہ کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کی مرضی کے اظہار کا ایک ذریعہ بن جاتی ہے اور چونکہ حاکمیت ان معنوں میں عوام کی ہوتی ہے اور وہ اپنا اختیار انتخاب کے ذریعہ نمائندوں کو منتقل کر دیتے ہیں اس لئے ایسا نظام جمہوری ہے۔

مُلاّئیت

نام نہاد ملاّ عام مسلمانوں کے جدید جمہوری رجحانات سے صرف اس شرط پر متفق ہو سکتے ہیں کہ جمہوری فیصلوں کو شریعت کی بنیاد پر قبول یا رد کرنے کا آخری اختیار انہیں حاصل ہو۔ اس مطالبہ کو تسلیم کرنے کا بالفاظ دیگر مطلب یہ ہے کہ قانون سازی کا آخری اختیار اللہ تعالیٰ کو نہیں بلکہ ملاّؤں اور ان کے ساتھیوں کے ہاتھ میں دے دیا جائے۔ ایسا زبردست اختیار جب ان مولویوں کو مل جائے گا جن میں ابھی تک اس بنیادی امر پر بھی اتفاق رائے نہیں کہ شریعت کیا ہے اور کیا نہیں تو ظاہر ہے کہ اس کے بڑے خوفناک نتائج نکلیں گے۔ اتنے بے شمار فقہی مسالک ہیں کہ کسی ایک مکتبہ فکر کے علماء بھی تمام شرعی احکامات پر متفق نہیں ہیں۔ مختلف شرعی احکامات میں اللہ تعالیٰ کی اصل منشا کیا ہے اس پر بھی مختلف ادوار میں علماء کا موقف تبدیل ہوتا رہا ہے۔ اس اعتبار سے آج عالم اسلام کو بڑے پیچیدہ مسائل کا سامنا ہے اور یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ اسلامی دنیا ابھی تک اپنی حقیقی شناخت کی تلاش میں ہے۔

مسلمان دانشوروں پر یہ حقیقت روز بروز آشکار ہوتی چلی جا رہی ہے کہ اگر مولوی کسی ایک مطالبہ پر اکٹھے ہو سکتے ہیں تو وہ یہ ہے کہ کسی قسم کی نرمی اور رعایت کے بغیر جبراً شریعت کو نافذ کر دیا جائے۔ انقلاب ایران نے ان ممالک میں بھی ملاّؤں کی اس آتش شوق کو مزید بھڑکا دیا ہے جہاں سُنّی مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر شیعہ رہنما جناب خمینی انقلاب برپا کر سکتے ہیں تو ہم کیوں کامیاب نہیں ہوں گے۔ لیکن ملاّں یہ نہیں جانتا کہ انقلاب کیا رنگ لائے گا اور اس کے کیا نتائج ہوں گے۔ وہ تو صرف اپنی جنت الحمقاء میں بس رہا ہے۔ دوسری طرف عوام ہیں جو عجیب مخمصوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ انہیں یہ سمجھ نہیں آ رہی کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے احکامات کو مانیں یا اپنے سیاسی معاملات کو خوف خدا سے عاری راہنماؤں کے سپرد کر دیں۔ ایک عام آدمی کے لئے اس سوال کا جواب تلاش کرنا بے حد مشکل ہے۔ وہ حیران و پریشان ہے کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے۔ اکثر مسلمان ممالک کے عوام اسلام سے شدید محبت رکھتے ہیں۔ ان کی محبت کا یہ عالم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ناموس کی خاطر جان تک قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ بایں ہمہ ان حالات میں عام آدمی طرح طرح کی ذہنی الجھنوں میں مبتلا ہے اور بے چینی کا شکار ہے۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ سے محبت کے باوجود لوگوں کو ماضی کے وہ خونیں ادوار بھی رہ رہ کر یاد آتے ہیں جب یا تو حکومتیں مولویوں کی گرفت میں تھیں یا مولویوں کو حکومتیں اپنا آلہ کار بنا کر سیاسی مفاد حاصل کر رہی تھیں۔

مسلمان سیاست دان بھی گومگو کی ایک کیفیت میں مبتلا ہیں اور بھانت بھانت کی بولیاں بول رہے ہیں۔ ان میں سے بعض کو تو ملاّں کی حمایت اور سرپرستی کئے بغیر کھانا ہضم نہیں ہوتا۔ ان کی خواہش دراصل یہ ہوتی ہے کہ انتخابات میں لوگ انہیں ملاّں کی بجائے مجاہد اسلام کے طور پر منتخب کریں اور ملاّں سے زیادہ انہیں شریعت کا سرپرست اور محافظ سمجھیں۔ ان کے زعم میں اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ زندگی نسبتاً سہولت سے بسر ہوگی کیونکہ سارے معاملات کلیۃً ان کے اپنے ہاتھوں میں رہیں گے جبکہ اگر جنت کے ٹھیکیداروں کو موقع مل گیا تو وہ کسی قسم کی کوئی نرمی اور رعایت روا نہیں رکھیں گے۔ کچھ دوراندیش اور محتاط سیاست دان خوب سمجھتے ہیں کہ یہ ایک خطرناک کھیل ہے مگر افسوس کہ ایسے سیاست دانوں کی تعداد روز بروز گھٹ رہی ہے۔ لگتا ہے کہ سیاست اور منافقت ایک طرف اور سچ اور دیانت دوسری طرف کھڑے ہیں اور ان کا ایک دوسرے سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ بالعموم اہل دانش روز بروز جمہوریت کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ یہ لوگ اسلام سے محبت تو رکھتے ہیں لیکن ملاّں کی حکومت سے خائف ہیں۔ وہ ہرگز جمہوریت کو اسلام کا بدل نہیں سمجھتے بلکہ درحقیقت یہ یقین رکھتے ہیں کہ یہ قرآن ہی ہے جس نے جمہوریت کو ایک سیاسی فلسفہ کے طور پر پیش کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ـ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْص وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾

(سورة الشوریٰ آیت ۳۹)

ترجمہ۔ اور جو اپنے ربّ کی آواز پر لبیک کہتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور ان کا امر باہمی مشورہ سے طے ہوتا ہے اور اس میں سے جو ہم نے انہیں عطا کیا خرچ کرتے ہیں۔

وَشَاوِرْهُمْ فِى الْاَمْرِ ـ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ـ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ﴾۔

(سورة آل عمران آیت ۱۶۰)

ترجمہ:۔ اور (ہر) اہم معاملہ میں ان سے مشورہ کر۔ پس جب تو (کوئی) فیصلہ کر لے تو پھر اللہ ہی پر توکل کر۔ یقیناً اللہ توکل کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

مختلف گروہوں کے مابین اس رسہ کشی کا حاصل یہ ہے کہ پاکستان جیسے نئے وجود میں آنے والے مسلمان ملک طرح طرح کی پیچیدگیوں اور تضادات کا شکار ہو جاتے ہیں۔ رائے دہندگان ہرگز یہ پسند نہیں کرتے کہ اسمبلیوں میں مولوی ہی مولوی نظر آئیں۔ نفاذ شریعت کی تحریک زوروں پر ہو تو بھی بمشکل پانچ سے دس فیصد مولوی انتخابات میں کامیاب ہوتے ہیں لیکن ملاّں کی حمایت حاصل کرنے کے شوق میں نفاذ شریعت کا وعدہ کر کے سیاست دان ایک مصیبت میں پھنس گئے ہیں۔ وہ خوب سمجھتے ہیں کہ قانون ساز اسمبلیوں کے ذریعہ شریعت کا نفاذ اجتماع نقیضین کے مترادف ہے۔

اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ قانون سازی کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے (جس سے ایک مسلمان انکار نہیں کر سکتا) تو اس کا منطقی نتیجہ یہ ہوگا کہ قانون کی تعریف اور تفہیم کا حق صرف مولویوں اور فرقہ پرست علماء کو حاصل ہو جائے گا۔ اس صورتحال میں قانون ساز اداروں کا سارا عمل یکسر بے معنی اور بے مصرف ہو کر رہ جائے گا۔ آخر اراکین پارلیمنٹ کا کام صرف یہ تو نہیں کہ جہاں ملاں انگلی رکھے آنکھیں بند کر کے دستخط کر دیا کریں۔ المیہ یہ ہے کہ نہ تو سیاست دانوں نے اور نہ ہی دانشمندوں نے کبھی سنجیدگی سے یہ سمجھنے کی کوشش کی ہے کہ قرآن کریم حقیقتاً کس طرز یا طرز ہائے حکومت کو پیش فرماتا ہے یا تسلیم کرتا ہے۔

(باقی آئندہ شمارہ میں)

سیدنا بلال فنڈ

14/مارچ1986ء کے خطبہ جمعہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے شہداء احمدیت کے خاندانوں کی کفالت کے لئے ایک فنڈ کا اعلان فرمایا اور اس سے اگلے روز اس کو باقاعدہ ''سیدنا بلال فنڈ'' کا نام عطا فرمایا۔ اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے حضور رحمہ اللہ نے فرمایا:

''میں جماعت کو یہ بھی تسلّی دلانا چاہتا ہوں کہ اللہ کے فضل سے جماعت احمدیہ میں کوئی بھی خدا کی راہ میں مارا جانے والا ہرگز یہ وہم لے کر یہاں سے رخصت نہیں ہوتا کہ میرے بیوی بچوں کو کیا بنے گا۔ جماعت احمدیہ میں ایسے لوگوں کے بچے یتیم نہیں ہوا کرتے یہ ایک زندہ جماعت ہے اور یہ ناممکن ہے کہ جماعت اپنے قربانی کرنے والوں کے اہل وعیال کو اور ان کے حقوق کو بھول جائے۔ ایسی جماعتوں کی زندگی کی ضمانت اس بات میں ہے کہ ان کے قربانی کرنے والوں کو اپنے پسماندگان کے متعلق کوئی فکر نہ رہے''۔

حضور رحمہ اللہ نے فرمایا:

''یہ ہرگز صدقہ کی تحریک نہیں بلکہ جو شخص اس میں حصہ لے گا وہ اسے اعزاز سمجھے گا اور خیال کرے گا کہ مجھے جتنی خدمت کرنی چاہئے تھی اتنی نہیں کی بلکہ بہت ہی معمولی خدمت کی توفیق پائی ہے...... یہ ایک خاص نوعیت کی تحریک ہے جس میں بشاشت طبع ہی ضروری نہیں بلکہ طبعیت کا دباؤ ضروری ہے دل سے بیقرار تمنّا اٹھ رہی ہو، یہ خواہش پیدا ہو رہی ہو کہ میں اس میں شامل ہوں۔''

جو مخلصین جماعت اس فنڈ میں حصہ لینے کی سعادت پانا چاہتے ہوں وہ سیّدنا بلال فنڈ کے نام سے مقامی جماعت میں ادائیگی کر سکتے ہیں اور اگر مرکز میں رقوم بھجوانا چاہیں تو AMJ کے نام بذریعہ چیک بھی بھیج سکتے ہیں۔ جو مخلصین مقامی جماعت میں ادائیگی کریں اس کی اطلاع ایڈیشنل وکالت مال لندن کو بھی دے دیا کریں تا کہ ان کے نام حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں بغرض دعا پیش ہو سکیں۔

جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

(ایڈیشنل وکیل المال ۔لندن)

تہجد کا پڑھنا خدا کے قرب کے حصول کے لئے بہت بڑا مددگار ہے۔

(حضرت مصلح موعودؓ)

MOT
Cars: £38 Vans: £40
Servicing, Tyres & Exhausts.
Mechanical Repairs
All Makes & Models
Rutlish Auto Care Centre
Rutlish Road
Wimbledon - London
Tel: 020 8542 3269

حاصل مطالعہ

دوست محمد شاھد ۔ مؤرخ احمدیت

”رئیس الاحرار“ کے ”کارنامے“

سماجی اور سیاسی کارکن کی حیثیت سے

1961ء میں شری عزیز الرحمٰن صاحب مقیم بلی ماراں دہلی نے اپنے والد مولوی حبیب الرحمٰن لدھیانوی کی سوانح ”رئیس الاحرار“ کے نام سے شائع کی جس کے آغاز میں جناب راجندر پرشاد، صدر بھارت کے قلم سے یہ عکسی الفاظ درج کئے کہ:

”مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی کا شمار ہمارے نامی سماجی اور سیاسی کارکنوں میں ہوتا ہے“۔

ازاں بعد وزیر اعظم بھارت جناب پنڈت جواہر لال نہرو کا یہ سر ٹیفکیٹ زینت قرطاس کیا گیا کہ:

”جدوجہد آزادی کے دوران ہم ایک دوسرے کے بہت قریب رہے“۔

یہ قربت بعد میں مذہبی عقیدت میں بدل گئی اُن کا ایمان تھا کہ ”دس ہزار جینا اور شوکت اور ظفر جواہر لال نہرو کی جوتی کی نوک پر قربان کئے جا سکتے ہیں“۔

(چمنستان صفحہ ۱۶۵ از مولوی ظفر علی خاں)

مندرجہ ذیل واقعات شری عزیز الرحمٰن صاحب کی کتاب ”رئیس الاحرار“ سے ماخوذ ہیں جن سے اس ذات شریف کی باطنی ذہنیت، کردار اور خلاف انسانیت طرز عمل کا بآسانی اندازہ ہوسکتا ہے۔ اے کاش پنڈت جی کے یہ پر ستار اپنی زندگی میں ایک مرد قلندر کی یہ نصیحت ملحوظ خاطر رکھ سکتے۔

فریب دیجئے لیکن کسی سلیقے سے
دروغ مصلحت آمیز عام چلتا ہے

دائمی غلامی کا درس

عزیز الرحمٰن کا بیان ہے: ”۱۹۲۸ء میں آل انڈیا مسلم کشمیر کانفرنس لدھیانہ میں ہوئی اس کی صدارت کے لئے مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے خواجہ محمد یوسف صاحب کے ذریعہ پنڈت موتی لال نہرو کو کشمیر کانفرنس کا صدر بنایا کانفرنس میں بڑے بڑے مسلمان کشمیری تاجروں نے پنڈت موتی لال کی گاڑی اپنے ہاتھ سے کھینچی ایک لاکھ ہندو اور مسلمان نے اس کانفرنس میں شرکت کی“۔ (صفحہ ۷۵)

مسجد میں کانگرسی جھنڈا

”رئیس الاحرار“ اپنی خودنوشت سوانح میں لکھتے ہیں:

”۲۶ جنوری ۱۹۲۹ء کو ہندوستان میں یوم آزادی کا دن تھا... میرے چچا مولانا مفتی محمد نعیم صاحب نے سٹی کانگرس کے صدر کی حیثیت سے غازی عبدالرحمٰن عرف مانا مسٹر مظہر جمیل اور کانگرس کے رضا کاروں کے ساتھ شاہی مسجد متصل کمیٹی باغ میں ہزاروں ہندو اور مسلمانوں کے سامنے حلف نامہ آزادی پڑھا اور میں نے کانگریس کا جھنڈا لہرایا (مگر افسوس کہ آج 1947ء میں اس شاہی مسجد پر جو 26 جنوری 1929ء کی یوم آزادی کی یادگار تھی گرا کر اس پر گوردوارہ تعمیر کر دیا گیا ہے۔ 1947ء تک یہ مسجد کانگرس کے جلسوں کا مرکز بنی رہی تمام کانگریس تحریک کے کام اسی مسجد میں ہوتے رہے“۔ (صفحہ 130)

شاہ جی پنڈت جی کے کامیاب ایجنٹ

”پنڈت موتی لال نہرو سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی سحر بیانی کے عاشق تھے انہی کے پروگرام کے مطابق شاہ صاحب کام کر رہے تھے...... پنڈت جی بار بار شاہ صاحب سے کہتے کہ شاہ صاحب کانگریس سیتہ گرہ کی کامیابی صرف آپ سے وابستہ ہے“۔ (صفحہ 137)

حبیب الرحمٰن کی خطابت کے چند شہ پارے

1۔ ”ہندوؤں کے پاس پہلے ہی کیا ہے کہ ان سے کسی حق کی منظوری کا مطالبہ کیا جائے“۔ (صفحہ ۱۷۱)

2۔ ”گاندھی جی اور کانگریس کا ہمیشہ یہ عمل رہا ہے کہ وہ قربانی اور کام تو آزاد خیال مسلمانوں (یعنی احرار۔ ناقل) سے لیتے ہیں اور سمجھوتہ ماڈریٹ مسلمانوں اور انگریز پرست مسلمانوں سے کرتے ہیں“۔ (صفحہ ۱۷۲)

3۔ ”جو شخص ہندوستان کی مکمل آزادی چاہتا ہے اس کا اس بات سے کیا تعلق ہے کہ انگریز ہندوستانیوں کو کیا دیتا ہے... لالہ لاجپت رائے نے مجھے دھرم سالہ جیل میں کہا تھا کہ اگر کانگرس نے ہندوستان کے لئے کوئی آئین تیار کیا یا وہ کسی آئین کے ردّ و قبول کی بحث میں پڑ گئی تو تمام اقوام ہند آپس میں لڑنے لگ جائیں گی... میرے نزدیک نہ اب ہندوستان میں اسلامی حکومت ہے نہ آئیندہ ہو گی اس لئے فرقہ وارانہ فیصلے (یعنی مسلم اقلیت کے حقوق) کو ماننے اور تبدیل کرنے سے ہمیں کوئی دلچسپی نہیں“۔

(مکتوب ۲ جنوری 1937ء) (صفحہ 176)

4۔ ”مسلم لیگ کے ممبر جو تم کو اسلام کے نام پر کانگریس سے الگ ہونے کو کہتے ہیں یہ وہ مسلمان ہیں جنہوں نے پچھلی جنگ میں تم کو فوج میں بھرتی کرا کر ترکوں سے لڑا دیا تھا اور تمہارے ہاتھوں سے عراق کو بغداد کو فلسطین کو ترکوں سے لے کر انگریزی جھنڈے کے نیچے کر دیا اس لئے یہ مسلمان جھوٹے ہیں تم ان کا مت اعتبار کرو یہ اسلام کے حقیقی دشمن ہیں“۔ (صفحہ 202)

5۔ ”تم ہندوؤں سے ڈرتے ہو کہ ہمیں کھا جائیں گے ارے جو مرغے کی ایک ٹانگ نہیں کھا سکتا وہ تمہیں کھا جائے گا۔ ڈرنا ہندوؤں کو چاہئے کہ تم سے کمزور ہے۔ وہ صرف چھ صوبوں میں ہیں تم سرحدات پر تم رہتے ہو۔ تمہارا فرض ہے کہ تم اُن کو اپنے عمل سے یقین دلاؤ کہ ہندوستان کی آزادی کے بعد کسی کو باہر سے آنے نہیں دو گے“۔ (صفحہ 205)

بہت باریک ہیں واعظ کی چالیں
لرز جاتا ہے آواز اذاں سے

(پاکستان کے خلاف احراری قرار داد) (۲۸ مارچ ۱۹۴۶)

6۔ ”مسلم لیگ کی قیادت قطعی غیر اسلامی ہے اس کا عمل آج تک ملت اسلامیہ کے مفاد کے منافی رہا ہے مرکزی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں میں اسلامی قانون کی مخالفت اس کا مستقل شعار ہے.... مسلم لیگ کے کسی فیصلہ کو اسلامی ہند کا فیصلہ قرار نہیں دیا جا سکتا“۔ (صفحہ 285)

7۔ ”میری سمجھ میں اگر پاکستان آج بھی آجائے تو میں فوراً لیگ میں چلا جاؤں لیکن میں پاکستان قبول کرنے میں مسلمانان ہند کی ذلت آمیز موت دیکھ رہا ہوں“۔

(صفحہ 287)

اعتراف حقیقت

”کانگریس کی محنت و قربانی کا نتیجہ اس کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ ہندوستان کی حکومت انگریز سے نکل کر سرمایہ داروں کے ہاتھ میں چلی جائے“۔ (صفحہ155)

مسئلہ کشمیر سے متعلق احرار پالیسی

لکھا ہے: ”مجلس احرار کا ہرگز یہ ارادہ نہیں کہ ہز ہائی نس مہاراجہ کشمیر کو گدی سے اتار دیا جائے اور نہ ان علاقوں میں نام نہاد مسلم راج قائم کرنا چاہتے ہیں جو حکومت کشمیر کے ماتحت ہیں“۔ (صفحہ161)

”مہاراجہ صاحب کو لکھا گیا کہ ہم آپ کے خلاف نہیں...... ہم آپ کو گدی سے اتارنے کے حق میں نہیں ہیں کیونکہ مرزائیوں کی کشمیر کمیٹی انگریز کے اشارے پر آپ کو گدی سے اتارنے کے لئے زمین ہموار کر رہی ہے“۔

(صفحہ 159)

”مجلس احرار کشمیر ایجی ٹیشن کو ہندو مسلم تصور نہیں کرتی“۔

(صفحہ 160)

پاکستان سے دلی نفرت

مہاشہ کرشن ایڈیٹر روزنامہ پرتاپ کا بیان:

”مولانا حبیب الرحمٰن نے مجھے سنایا کہ وہ مہاتما جی کے پاس گئے اور کہا کہ میرے لئے دولیش جانے کا انتظام کر دیں میرے جیسے لوگ پاکستان میں رہیں یہ خارج از بحث ہے اور ہندوستان میں حالات ایسے ہو رہے ہیں کہ ہمارا رہنا مشکل ہو رہا ہے“۔ (صفحہ35)

کیمونسٹ پارٹی کی قرارداد

”حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے 2 ستمبر 1956ء کو 64 برس کی عمر میں وفات پائی۔ اگلے روز کیمونسٹ پارٹی کی دہلی صوبائی کمیٹی نے قرارداد پاس کی کہ:

”مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی کے انتقال کے سلسلے میں ہندوستانی کیمونسٹ پارٹی کی دہلی صوبائی کمیٹی حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کی بے وقت موت پر اپنے رنج و غم کا اظہار کرتی ہے“۔

مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی کی موت ہندوستان کے قوم پرست حلقوں کے لئے ایک حادثہ جانکاہ ہے“۔ (صفحہ 339)

محافظ ختم نبوت کی موت

رسوائے زمانہ شاتم مہدی انور کشمیری کے کذّاب بیٹے نے حضرت خاتم النبیین محمد مصطفیٰ ﷺ سے سنگین مذاق کرتے ہوئے 3 ستمبر 1956ء کے تعزیتی مکتوب میں کمال بے شرمی سے دعویٰ کیا کہ خاتم النبیین ﷺ کی ختم نبوت کا محافظ مر گیا اور ”آسمان پر غلغلہ ہے کہ آقائے نامدار کی عزت و حرمت پر شیر کی طرح گونجنے والا حبیب الرحمٰن آرہا ہے“۔

اردو ادیبوں کے دلچسپ لطائف

تحریر: شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی ۔ مرحوم

مولانا حالی:۔

ایک مرتبہ مولانا حالی سہارن پور تشریف لے گئے اور وہاں ایک معزز رئیس کے پس ٹھہرے جو بڑے زمیندار بھی تھے۔ گرمی کے دن تھے اور مولانا کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس وقت اتفاق سے ایک کسان آگیا۔ رئیس نے اس سے کہا کہ ”یہ بزرگ جو آرام کر رہے ہیں ان کو پنکھا جھل۔“ وہ بے چارہ پنکھا جھلنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے چپکے سے رئیس سے پوچھا کہ ”یہ بزرگ جو پلنگ پر سو رہے ہیں کون ہیں؟ میں نے ان کو پہلی مرتبہ یہاں دیکھا ہے۔“ رئیس نے جواب دیا۔ ”کم بخت! تو ان بزرگ کو نہیں جانتا حالانکہ سارے ہندوستان میں ان کا شہرہ ہو رہا ہے۔ یہ مولوی حالی ہیں۔“ اس پر کسان نے بڑے تعجب سے کہا ”جی کبھی ہالی بھی مولوی ہوئے ہیں۔“ (وہ کسان حالی کو ہالی سمجھا جس کے معنی ہل چلانے والے کے ہیں۔) مولانا لیٹے تھے سو نہیں رہے تھے۔ کسان کا یہ فقرہ سن کر پھڑک اٹھے۔ فوراً اٹھ کر بیٹھ گئے اور رئیس صاحب سے فرمانے لگے۔ ”حضرت اس تخلص کی داد آج ملی ہے۔“

مولانا حالی کے مقامی دوستوں میں مولوی وحیدالدین سلیم (لٹریری) اسسٹنٹ سر سید احمد خان تھے۔ جب یہ پانی پت میں ہوتے تو روزانہ مولانا حالی کے پاس جا کر گھنٹوں بیٹھا کرتے تھے۔ ایک روز صبح ہی صبح پہنچے۔ مولانا نے رات کو کوئی غزل کہی تھی، وہ ان کو سنائی۔ سلیم سن کر پھڑک اٹھے اور کہنے لگے۔ ”مولانا! واللہ جادو ہے۔“ مولانا کے بالا خانے کے نیچے ایک کوٹھڑی تھی۔ وہ مولانا نے مجذوب فقیر کو رہنے کے لئے دے رکھی تھی۔ وہ مجذوب باہر گلی میں بیٹھا دھوپ سینک رہا تھا۔ جب اس کے کان میں یہ فقرہ پڑا تو وہ بے اختیار چلا اٹھا۔ ”جادو برحق۔ کرنے والا کافر۔“ مولانا نے مسکرا کر سلیم صاحب سے کہا ”لیجئے مولوی صاحب سرٹیفکیٹ مل گیا۔“

ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل کا

سالانہ چندہ خریداری

برطانیہ: تیس (۳۰) پاؤنڈز سٹرلنگ

یورپ: پینتالیس (۴۵) پاؤنڈز سٹرلنگ

دیگر ممالک: پینسٹھ (۶۵) پاؤنڈز سٹرلنگ

(مینیجر)

نماز جنازہ حاضر و غائب

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 2/فروری 2006ء قبل از نماز ظہر و عصر مسجد فضل لندن کے احاطہ میں حسب ذیل مرحومین کی نماز جنازہ حاضر پڑھائی۔

(1) مکرم لطیف احمد صاحب کھوکھر (ابن مکرم غلام حیدر کھوکھر صاحب)

مکرم لطیف احمد صاحب کھوکھر 30/جنوری 2006ء کو کچھ عرصہ بیمار رہنے کے بعد 70 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ آپ نیک طبع، ملنسار اور نہایت مخلص انسان تھے۔ مرحوم مکرم تنویر احمد صاحب کھوکھر کے والد تھے جو کہ لمبے عرصہ سے ریویو آف ریلیجنز کی تدوین اور پرنٹنگ کا کام کرنے کے علاوہ ایم ٹی اے میں کام کر رہے ہیں۔ مرحوم نے پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ 3 بیٹیاں اور ایک بیٹا یادگار چھوڑے ہیں۔

(2) مکرم علی حسن صاحب:

مکرم علی حسن صاحب یکم/فروری 2006ء کو یوکے میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ مرحوم حضرت نظام الدین صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے داماد تھے۔ ایک لمبا عرصہ لاہور گلبرگ میں گزارا اور گذشتہ آٹھ نو ماہ سے اپنے بیٹے کے پاس یہاں مورڈن میں رہائش پذیر تھے۔ آپ ایک نیک اور مخلص باوفا انسان تھے۔

نماز جنازہ غائب:

اس کے ساتھ ہی درج ذیل مرحومین کی نماز جنازہ غائب بھی ادا کی گئی:

(1) مکرمہ نوید سحر سونیا صاحبہ (بنت مکرم محمد ریاض نوید صاحب)۔

مرحومہ 22/دسمبر 2005ء کو ہمبرگ (جرمنی) میں وفات پا گئیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ نمازوں کی پابند، دینی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والی نیک خاتون تھیں۔ آپ نے پسماندگان میں ایک بیٹا یادگار چھوڑا ہے۔

(2) مکرمہ بدر مسعود صاحبہ (اہلیہ مکرم چوہدری مسعود احمد صاحب)

مکرمہ بدر مسعود صاحبہ 5/نومبر 2005ء کو بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ مرحومہ اللہ کے فضل سے موصیہ تھیں اور انتہائی صابر و شاکر اور خدا تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنے والی نیک خاتون تھیں۔

(3) مکرم چوہدری نذیر احمد صاحب (ابن مکرم چوہدری محمد اسماعیل صاحب)

مکرم چوہدری نذیر احمد صاحب 19/ اکتوبر 2005ء کو بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ مرحوم محترمہ امۃ المتین صاحبہ کے رضائی بھائی ہیں۔ بچپن خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے گھر گزرا۔ حضرت اماں جان کے زیر تربیت رہے۔ صوم و صلوۃ کے پابند اور خوش اخلاق طبیعت کے مالک تھے۔ خلافت سے آپ کو بے پناہ محبت تھی۔ ضلع چکوال کے امیر ضلع بھی رہے۔ مرحوم مکرم مولانا بشیر احمد صاحب اختر (مبلغ سلسلہ) کے خسر اور مکرم منیر احمد صاحب امیر ابوظہبی کے والد تھے۔

(4) مکرمہ نذیر بیگم صاحبہ (اہلیہ مکرم میاں بشیر احمد صاحب مرحوم)

مکرمہ نذیر بیگم صاحبہ 12/ جنوری 2006ء کو 91 سال کی عمر میں کوئٹہ میں وفات پا گئیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ صوم و صلوۃ کی پابند، دعا گو اور بہت سی خوبیوں کی مالک تھیں۔ آپ کا جنازہ کوئٹہ سے ربوہ لایا گیا اور جنازہ ادا کرنے کے بعد بہشتی مقبرہ میں تدفین ہوئی۔

(5) مکرم میجر ولید اسلم منہاس صاحب

مکرم میجر ولید اسلم منہاس صاحب 31/مئی 2005ء کو بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ مرحوم ایک نہایت ہی نیک اور مخلص خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کا گھر ہمیشہ نماز کا سنٹر رہا۔ 80ء کی دہائی میں بھی جماعت کی شدید مخالفت کے دنوں میں انہوں نے اپنے گھر نماز سنٹر قائم رکھا۔

(6) مکرم چوہدری محمود احمد صاحب باجوہ۔

مکرم چوہدری محمود احمد صاحب باجوہ 21/نومبر 2005ء کو بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ مرحوم محلّہ میں بطور سیکرٹری وقف جدید لمبا عرصہ خدمت کرتے رہے۔ اسی طرح کافی عرصہ بطور نمائندہ الفضل بھی خدمت انجام دیتے رہے۔ مالی قربانیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کے ساتھ مغفرت کا سلوک فرماتے ہوئے انہیں جنت الفردوس میں بلند مقامات عطا فرمائے اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق دے اور خود ان کا نگہبان ہو۔ آمین۔

سچ دل و دماغ (روح) پر سہل اور جھوٹ بوجھل پایا گیا

(خالد سیف الله خان ۔ آسٹریلیا)

سائنسی آلات کی مدد سے سچ اور جھوٹ بولنے کے دوران دل و دماغ پر گزرنے والی واردات کا مشاہدہ و معائنہ کیا گیا ہے۔ پتہ چلا ہے کہ سچ بولنا آسان اور جھوٹ بولنا مشکل ہے۔ یونیورسٹی آف پینسلوینیا (Pennsylvania) کے پروفیسروں نے متعدد رضا کاروں کے دماغوں کا معائنہ (Scanning) سچ اور جھوٹ بولنے کے دوران کیا ہے جس سے انہوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ انسان کے دماغ کے سامنے والا حصہ (Frontal Lobe) غور و فکر میں فعّال کردار ادا کرتا ہے اور اس عمل کو منضبط (Regulate) کرتا ہے۔ اس حصہ کی کارکردگی سکرین پر دیکھی جا رہی تھی۔ جب کوئی والنٹیر سچ بولت تو دماغ پر سکون نظر آتا اور جب وہ جھوٹ بولتا تو اس حصہ میں کشمکش اور سرگرمی دکھائی دیتی۔

چنانچہ سائنسدانوں کا خیال ہے کہ دماغ کی تصویر (Brain Imaging) کے ذریعہ بڑی صحت کے ساتھ یہ پتہ لگایا جاسکتا ہے کہ زیر مشاہدہ شخص سچ بول رہا ہے یا جھوٹ۔ چنانچہ اس اصول کو کام میں لا کر نئی قسم کا جھوٹ پکڑنے کا آلہ (Lie Detector) بنایا جاسکتا ہے۔ آج کل جو آلہ اس غرض کے لئے استعمال ہوتا ہے یعنی پالی گراف (Polygraph) وہ ایک دوسرے اصول پر کام کرتا ہے جو یہ ہے کہ اس کے ذریعہ متعلقہ شخص کے دل اور اس کی شریانوں اور پسینہ پیدا کرنے والی غدو (Glands) میں رونما ہونے والی تبدیلیوں کو نوٹ کیا جاتا ہے۔ لیکن سوچ کا مرکز چونکہ دماغ ہے اور دل اور دوسرے اعضاء اس کی پیروی کرتے ہیں اس لئے جو اطلاع براہ راست مرکز سے حاصل کی جائے گی وہ اس سے بہتر ہوگی جو آج کل اس کے ماتحت اداروں سے حاصل کی جاتی ہے۔

(سڈنی مارننگ ہیرلڈ 24/ ستمبر 2005ء)

سچ کی حالت میں دل و دماغ پُرسکون ہوتے ہیں جبکہ جھوٹ جسم و روح میں بے چینی اور کشمکش پیدا کرتا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انسان کی فطرت اور تخلیق سچائی سے مناسبت رکھتی ہے۔ عام مشاہدہ بھی یہی بتاتا ہے کہ بچے سچ بولتے ہیں جب تک کہ وہ اپنے ماحول سے متاثر یا مرعوب ہو کر جھوٹ بولنا نہ سیکھ لیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول کتنا سچا ثابت ہوتا ہے کہ ہر بچہ صحیح فطرت پر پیدا ہوتا ہے بعد میں اس کے والدین (یعنی ماحول وغیرہ) اسے یہودی، عیسائی یا مجوسی وغیرہ بنا دیتے ہیں۔ انسان کی فطرت تو صحیح ہونی ہی تھی کیونکہ "یہ اللہ کی فطرت ہے جس پر اس نے انسان کو پیدا کیا ہے"۔ (الروم:31)

خدا نے انسان کو اپنی صورت میں پیدا کیا ہے اس لئے اس نے اپنی ہی صفات کا رنگ اختیار کرنے کا ارشاد فرمایا ہے: "اللہ کا رنگ پکڑو اور رنگ میں اللہ سے بہتر اور کون ہوسکتا ہے"۔ (البقرہ:139)

اللہ کا رنگ تو پھر یہی ہے کہ وہ ہر سچے سے بڑھ کر سچا ہے جیسے فرمایا: "اللہ سے بڑھ کر سچا کون ہے؟ (النساء:123)

قائم شدہ 1952

خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ

خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز

شریف جیولرز ربوہ

ریلوے روڈ	اقصیٰ روڈ
6214750	6212515
6214760	6215455

پروپرائٹر۔ میاں حنیف احمد کامران

Mobile: 0300-7703500

شیر دل چوہوں کی نسل

چوہے عام طور پر محتاط قسم کی مخلوق سمجھی جاتی ہے۔ لیکن سائنسدانوں نے اس کی خلقت میں تبدیلی کر کے اس کو نڈر اور بے خوف بنا دیا ہے۔ اس کے دماغ میں سے وہ جین (Gene) تلاش کر کے نکال دیا ہے جو احتیاط اور خوف کو پیدا کرتا ہے۔ تبدیلی شدہ چوہے اپنے دوسرے ساتھیوں کی طرح بلّیوں اور سانپوں وغیرہ سے کوئی خوف نہیں کھاتے ۔ نہ وہ اب ان نظاروں اور آوازوں سے ڈرتے ہیں جن سے پہلے ڈرا کرتے تھے۔

یہ تحقیق ہارورڈ یونیورسٹی کے ہاورڈ ہیوز میڈیکل انسٹیٹیوٹ (Howard Hughes Medical Institute) اور البرٹ آئن سٹائن کالج آف میڈیسن نے مل کر کی ہے۔ اس تحقیق کا مفید پہلو یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایسی دوائیں تیار کی جاسکیں گی جن کے استعمال سے فکر اور تشویش سے پیدا ہونے والی امراض کا علاج کیا جاسکے گا۔

(سڈنی ہیرلڈ 19/ اکتوبر 2005ء)

لیکن اس ریسرچ کا خطرناک پہلو یہ ہے کہ اب انسان کے دماغ سے بھی ایسا جین تلاش کر کے نکالا جاسکتا ہے جس کے نتیجہ میں احتیاط، خوف، غم اور رحم وغیرہ کے جذبات سے انسان محروم ہو جائے اور کوئی ہٹلر یا چنگیز خان ایسا نکل سکتا ہے جو ڈر اور خوف سے عاری لڑاکا سپاہیوں کی فوج تیار کر لے اور دنیا کو تباہ کر ڈالے۔ اگرچہ فی الحال یہ سائنس فِکشن ہی لگتا ہے لیکن اس کو خارج از امکان قرار نہیں دیا جاسکتا۔ خبر میں ذکر ہے کہ چوہوں والا تجربہ انسانوں پر بھی کیا جاسکتا ہے۔

مختلف انواع میں جینز کا ہی فرق ہوتا ہے۔ حیوانوں اور انسانوں کے جینز کس قدر اہمیت کے حامل ہوتے ہیں وہ اس سے ہی ظاہر ہے کہ چوہے کے دماغ میں سے صرف ایک جین نکال دینے کے بعد وہ اتنا نڈر ہو جاتا ہے کہ بلّی جسے شیر کی خالہ کہا جاتا ہے وہ اس پر بھی حملہ کرنے سے نہیں چوکتا۔ بہت سے جینز انسانوں اور حیوانوں میں مشترک ہوتے ہیں اور تھوڑے سے جینز کے فرق کے ساتھ ایک حیوان کچھ کا کچھ بن جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ انسان اور چوہے دونوں میں تیس تیس ہزار جینز ہوتے ہیں جن میں سے 29700 مشترک ہوتے ہیں۔ گویا چوہے اور انسان میں صرف تین سو جینز کا فرق ہے جو صرف ایک فیصد ہوتے ہیں۔ اتنے تھوڑے فرق سے انسان اشرف المخلوقات بن گیا اور اس کو ایسے اعلیٰ جسمانی، ذہنی، اخلاقی اور روحانی استعدادیں اور قویٰ عطا ہو گئے کہ چوہے کو انسان سے کوئی نسبت ہی نہ رہی۔ اب اگر انسان کے جینز میں تبدیلی کر کے اس کی خلقت تبدیل کی گئی تو کون جانے اس کے کیا کیا نتائج و عواقب ظہور میں آئیں گے۔ قرآن کریم کے مطابق شیطان ضرور انسان کو خدائی خلقت میں تبدیلی کے لئے اکساتا رہے گا۔ چنانچہ شیطان خدا کو کہتا ہے "مَیں ضرور انہیں حکم دوں گا تو وہ ضرور اللہ کی تخلیق میں تغیر کر دیں گے"۔ (النساء:120)

خریداران الفضل انٹرنیشنل سے گزارش

الفضل انٹرنیشنل کے ہر خریدار کو ایک AFC نمبر دیا جاتا ہے جو آپ کے ایڈریس لیبل کے ساتھ درج ہوتا ہے۔ یہ آپ کا خریداری نمبر ہے۔ براہ کرم یہ نمبر محفوظ رکھیں اور دفتر سے خط و کتابت اور رابطہ کے وقت اس نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ جزاکم الله احسن الجزاء (مینیجر)

بقیہ: دورہ بھارت از صفحہ نمبر 16

کی جہاں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اپنے باغ میں تشریف فرما ہوتے تھے۔ پختہ کمرہ کی تعمیر سے قبل اس جگہ پر لکڑی کا ستون بنا کر ٹین کی چھت بھی ڈالی گئی تھی۔

جائے نماز جنازہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا معائنہ

"شہ نشین" کے معائنہ کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس جگہ تشریف لے گئے جہاں احباب جماعت نے 27 رمئی 1908ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نماز جنازہ ادا کی تھی۔ دو "سرو" کے درختوں کے درمیان یہ جگہ آج بھی موجود ہے جہاں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا جسد مبارک رکھا گیا تھا اور نماز جنازہ ادا کی گئی تھی۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس جگہ کا معائنہ فرمایا اور ہدایت فرمائی کہ اس جگہ کو اسی طرح سادہ ہی رکھیں۔ اس کے اوپر کچھ نہ بنائیں۔

"مقام قدرت ثانیہ" کا معائنہ

اس کے بعد حضور انور اس جگہ تشریف لے گئے جو "مقام قدرت ثانیہ" کہلاتی ہے۔ جنازہ گاہ کے قریب ہی یہ مقام ہے جہاں افراد جماعت نے 27 رمئی 1908ء کو حضرت مولانا نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ کو متفقہ طور پر سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پہلا خلیفہ تسلیم کرتے ہوئے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور اس طرح جماعت احمدیہ میں "خلافت" کی ابتداء اسی جگہ سے ہوئی تھی جو انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک جاری رہے گی۔

تقریب رخصتانہ میں شرکت

مقام قدرت ثانیہ کے معائنہ کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بارہ بج کر بیس منٹ پر سید عزیز احمد صاحب مربی سلسلہ کی ہمشیرہ کی تقریب رخصتانہ میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے۔ تلاوت و نظم کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے دعا کروائی۔ دعا کے بعد حضور انور کچھ دیر کے لئے ازراہ شفقت سید عزیز احمد صاحب کے گھر بھی تشریف لے گئے۔ اس موقع پر حضور انور مکرم فیض احمد صاحب درویش کے گھر بھی تشریف لے گئے۔

دارالضیافت کا معائنہ

بعد ازاں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ دارالضیافت کے معائنہ کے لئے تشریف لے گئے۔ حضور انور نے دارالضیافت کی عمارت کا تفصیلی معائنہ فرمایا اور عمارت کی توسیع کا جائزہ لیا۔ دارالضیافت کی یہ پختہ عمارت 1966ء میں تعمیر ہوئی۔ اس سے قبل یہاں کچی اینٹوں کی عمارت تھی جو بوسیدہ ہوگئی تھی۔

حضور انور نے معائنہ کے دوران کچن، سٹور اور ڈائننگ ہال کے بارہ میں بھی انتظامیہ کو ہدایات دیں۔ اور لنگر خانہ کی توسیع کے بارہ میں بھی ہدایات دیں۔

مہمان خانہ کا معائنہ

لنگر خانہ کے معائنہ کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مہمان خانہ کا بھی معائنہ فرمایا۔ اس مہمان خانہ کی ابتدائی عمارت 1922ء میں تعمیر ہوئی تھی۔ بعد میں 1935ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اس پرانی عمارت کے ساتھ نئے مہمان خانہ کا سنگ بنیاد رکھا اور شروع میں پکی اینٹوں سے چھ کمرے تعمیر کئے گئے۔ بعد میں آہستہ آہستہ توسیع ہوتی رہی۔ 1986ء میں بھی مہمان خانہ کی پرانی عمارت کے اوپر کمرے تعمیر ہوئے۔

مہمان خانہ کے معائنہ کے دوران بھی حضور انور نے ہدایات سے نوازا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے گھر کا وزٹ

دارالضیافت اور مہمان خانہ کے معائنہ کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے مکان پر تشریف لے گئے۔ حضور انور نے منتظمین سے دریافت فرمایا کہ اس مکان میں بعد میں کیا کیا تبدیلی کی گئی ہے۔ یہ مکان اس وقت اپنی اصلی حالت میں موجود ہے۔ صرف برآمدہ کے دو دَر بند کردئے گئے ہیں۔ حضور انور نے گھر کے مختلف کمروں کا معائنہ فرمایا۔

اس معائنہ کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز واپس اپنی رہائشگاہ دارالمسیح تشریف لے آئے۔

پونے دو بجے حضور انور نے مسجد اقصیٰ تشریف لاکر ظہر وعصر کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں۔ نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور انور اپنی رہائشگاہ تشریف لے گئے۔

مربیان کرام اور عہدیداران کے ساتھ تصاویر

ساڑھے تین بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مسجد اقصیٰ تشریف لے گئے جہاں مربیان کرام اور جماعتی عہدیداران نے درج ذیل آٹھ گروپس کی صورت میں حضور انور ایدہ اللہ کے ساتھ تصویر بنوانے کی سعادت حاصل کی۔

1۔ مربیان کرام پاکستان (جو میدان عمل میں ہیں)

2۔ مربیان کرام پاکستان (جو مرکزی دفاتر میں کام کر رہے ہیں)

3۔ معلمین وقف جدید ربوہ اور اساتذہ۔

4۔ طلباء جامعہ احمدیہ ربوہ اور اساتذہ۔

5۔ ممبران MTA پاکستان، بھارت اور UK۔

6۔ ممبران نور فاؤنڈیشن۔

7۔ ممبران ریسرچ سیل ربوہ۔

8۔ کارکنان نظارت علیا۔ ربوہ۔

حضرت اقدس علیہ السلام کے مزار پر دعا

تصاویر کے پروگرام کے بعد تین بج کر پچاس منٹ پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار پر دعا کے لئے تشریف لے گئے۔ آج بھی احباب دارالمسیح کے گیٹ سے لے کر بہشتی مقبرہ کے احاطہ کی چاردیواری تک راستوں کے دونوں اطراف قطاروں میں کھڑے تھے۔ ایک ہجوم تھا جو راستہ کے دونوں طرف تھا۔ صرف درمیان میں پیدل چلنے کے لئے راستہ خالی تھا۔ سبھی کے ہاتھ بلند تھے اور نظریں اپنے پیارے آقا کے دیدار کے لئے حضور انور کے مبارک چہرہ پر مرکوز تھیں۔ حضور انور کو دیکھتے ہی نعرے بلند کرتے۔ حضور انور اپنا ہاتھ اٹھا کر سلام کا جواب دیتے۔ مرد خواتین، بچے، بوڑھے، سبھی ان راستوں پر گھنٹوں کھڑے حضور انور کے منتظر رہتے۔ حضور انور کی واپسی پر بھی یہی نظارے دہرائے جاتے۔ قادیان کے یہ خاموش گلی کوچے ان بابرکت لمحات میں نعروں سے گونج اٹھتے ہیں اور ہر طرف اللہ اکبر اور السلام علیکم کی صدائیں بلند ہوتی ہیں۔

فیملی و انفرادی ملاقاتیں

چار بج کر دس منٹ پر حضور انور اپنے دفتر تشریف لائے اور فیملی و انفرادی ملاقاتوں کا پروگرام شروع ہوا۔ آج نائیجیریا، بھوٹان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے آنے والے احباب کے علاوہ پاکستان اور ہندوستان کی مختلف جماعتوں سے آنے والی فیملیز اور احباب نے حضور انور سے شرف ملاقات حاصل کیا۔

پاکستان کی 12 جماعتوں ربوہ، کراچی، فیصل آباد، لاہور، وہاڑی، ملتان، سرگودھا، سندھ، تخت ہزارہ، بہاولپور، حافظ آباد اور شیخوپورہ۔

جبکہ ہندوستان کی 26 جماعتوں جمشید پور، کیرالہ، Melapalm، حیدرآباد، Sora، Chintakunge، پانی پت، Sherat، بنگلور، فیض آباد، کانپور، ناصر آباد، گوالیار، Kaita، سہارنپور، Charkote، کیرنگ، Milki، Khanpur، Bubhaneshwer، امروہہ، Monghur، ممبئی، کلکتہ، Bhawwa، Jharkhand اور Brounui سے احباب جماعت بڑے لمبے سفر طے کر کے اپنے پیارے آقا سے ملاقات کے لئے قادیان پہنچے تھے۔ آج مجموعی طور پر 165 خاندانوں کے 1348 افراد نے حضور انور سے شرف ملاقات حاصل کیا۔ دارالمسیح میں "گلشن احمد" والا کھلا حصہ ان ملاقات کرنے والوں سے بھرا ہوا تھا۔ ان ملاقات کرنے والے احباب اور فیملیز کا شوق بھی دیدنی تھا۔ ان کے چہروں پر عجیب خوشی اور مسرت تھی اور ہر ایک اس لمحہ کے لئے بے چین تھا کہ جب اس کا نام پکارا جائے اور اس کی ترسی ہوئی نگاہیں اپنے آقا کا دیدار کرسکیں۔ اور حضور انور سے بات کرنے کے لئے اسے چند گھڑیاں نصیب ہوجائیں۔ ہر ایک اپنی اس خوش نصیبی پر خوش تھا۔ اللہ کرے کہ یہ مبارک لمحات ہمیشہ کے لئے ہماری زندگیوں کا حصہ بن جائیں۔ آمین

ملاقاتوں کا یہ پروگرام سوا آٹھ بجے تک جاری رہا۔ ملاقاتوں کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد اقصیٰ تشریف لاکر مغرب وعشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں۔ نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور انور اپنی رہائشگاہ تشریف لے گئے۔

2 رجنوری 2006ء بروز سوموار:

صبح چھ بج کر پچیس منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے "مسجد اقصیٰ" میں تشریف لاکر نماز فجر پڑھائی۔ نماز فجر کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ اپنی رہائشگاہ تشریف لے گئے۔ صبح حضور نے ڈاک ملاحظہ فرمائی اور مختلف دفتری امور کی انجام دہی میں مصروف رہے۔

قادیان کے مختلف اداروں اور مقامات کا وزٹ

صبح دس بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ قادیان کے مختلف اداروں اور مقامات کے معائنہ کے لئے روانہ ہوئے۔

تعلیم الاسلام کالج (سکھ نیشنل کالج)

سب سے پہلے حضور انور تعلیم الاسلام کالج (جو موجودہ سکھ نیشنل کالج ہے) کے وزٹ کے لئے تشریف لے گئے۔ کالج کے پرنسپل اور سٹاف کے ممبران نے حضور انور کا استقبال کیا اور کالج آنے پر حضور انور کو خوش آمدید کہا۔ حضور انور نے کالج کی لائبریری کا معائنہ فرمایا۔ پرنسپل صاحب نے بتایا کہ پارٹیشن سے قبل کی کتب اس لائبریری میں موجود ہیں۔ کچھ دیر کے لئے حضور انور سٹاف روم میں بھی تشریف لے گئے جہاں پرنسپل صاحب اور کالج کی انتظامیہ کے دیگر احباب سے حضور انور نے مختلف امور پر گفتگو فرمائی۔ حضور انور نے دریافت فرمایا کہ کتنے احمدی طالبعلم اس کالج میں پڑھ رہے ہیں۔ پرنسپل صاحب نے بلڈنگ کی مرمت، کالج کی ضروریات اور دیگر سالانہ اخراجات کے بارہ میں تفصیل سے بتایا۔ حضور نے کالج کی گراؤنڈز بھی دیکھیں۔ حضور انور نے پرنسپل صاحب کو مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا کہ آپ جس گھر میں رہ رہے ہیں یہ میرے دادا کا گھر ہے۔ اس پر پرنسپل صاحب نے کہا کہ مَیں تو اپنے گھر والوں سے کہتا ہوں کہ ہم تو گویا جنت میں رہ رہے ہیں۔ حضور انور نے کالج کے بارہ میں فرمایا آپ نے اسے صاف رکھا ہوا ہے۔ آخر پر کالج کے اساتذہ نے حضور انور کے ساتھ تصویر بنوانے کی سعادت حاصل کی۔

مسجد نور

"مسجد نور" قادیان کی اہم مساجد میں سے ایک ہے۔ اس تاریخی مسجد کی بنیاد حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے 5 رمارچ 1910ء کو رکھی۔ اُس وقت اس کی تعمیر پر تین ہزار روپے خرچ ہوئے جو حضرت میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ عنہ نے فراہم کئے تھے۔ یہ مسجد تعلیم الاسلام سکول اور کالج کے احاطہ میں ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد 14 رمارچ کو اسی مسجد "مسجد نور" میں خلافت ثانیہ کا انتخاب عمل میں آیا تھا اور قریباً دو ہزار سے زائد لوگوں نے اسی وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی وفات "مسجد نور" کے شمالی جانب واقع حضرت نواب محمد علی خان صاحب رضی اللہ عنہ کی کوٹھی "دارالسلام" میں ہوئی تھی۔

بورڈنگ تحریک جدید (خالصہ ہائر سیکنڈری سکول)

مسجد نور کے معائنہ کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے "بورڈنگ تحریک جدید" کی عمارت کا معائنہ فرمایا۔ بورڈنگ تحریک جدید کی بنیاد 1910ء میں رکھی گئی تھی۔ بعد میں آہستہ آہستہ عمارت میں توسیع ہوئی۔ یہاں دو صد طلباء کی رہائش کی گنجائش تھی۔ اس کے علاوہ کھانا کھانے اور پڑھائی وغیرہ کے لئے وسیع ہال تھے۔ یہ "تعلیم الاسلام ہائی سکول" کی بورڈنگ تھی۔

1947ء کے بعد اس بورڈنگ کی عمارت کو ایک سکول "خالصہ ہائر سیکنڈری سکول" کے طور پر استعمال کیا جانے لگا۔ اور اس وقت بھی اس عمارت میں یہ اسکول چل رہا ہے۔ سکول کے پرنسپل اور اساتذہ نے سکول کے باہر حضور انور کو خوش آمدید کہا اور حضور انور کا استقبال کیا۔

سکول میں ایک استقبالیہ تقریب کا اہتمام کیا گیا تھا جس میں سکول کے تمام اساتذہ، انتظامیہ اور طلباء وطالبات نے شرکت کی۔ تقریب کے آغاز میں سکول کی انتظامیہ کے ایک نمائندہ نے سکول کے سٹاف اور طلباء کی طرف سے دل کی گہرائیوں سے حضور انور کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ آج ہمیں بے حد خوشی ہے کہ حضور انور یہاں ہمارے اسکول میں تشریف لائے ہیں۔ حضور انور کے قادیان آنے سے قبل ہماری شدید خواہش تھی کہ حضور ہمارے سکول بھی آئیں۔ آج ہماری یہ خواہش پوری ہوگئی ہے۔ اور آج کا دن ہمارے لئے بے حد

Earlsfield Properties
We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession
175 Merton Road London SW18 5EF
Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

خوشی کا دن ہے۔

موصوف نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے سکول کا تعارف بھی کروایا اور کہا کہ ہم نے سوچا کہ جو عمارت اور جو چیزیں آپ نے بنائی ہیں ان کو قائم رکھیں۔ ہم ان کی مرمت وغیرہ کرواتے رہتے ہیں۔ حکومت کی طرف سے ہمیں گرانٹ ملتی ہے۔ سکول کے تمام بچے بہت خوش ہیں اور آج حضور انور کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ احمدی بچے بھی اس سکول میں آتے ہیں اور تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ حضور آج آپ ہمارے سکول میں آئے ہیں تو بہت برکتیں لے کر آئے ہیں۔

موصوف نے قادیان کی جماعتی انتظامیہ کی بھی بہت تعریف کی اور کہا کہ یہ بات سارے علاقہ میں مشہور ہے کہ جماعت احمدیہ پیار بانٹنے والی کمیونٹی ہے۔ آپ کے پیغام ''محبت سب سے نفرت کسی سے نہیں'' پر اگر سب لوگ اس پر عمل کریں تو سب جھگڑے ختم ہو جائیں۔ آخر پر موصوف نے حضور انور کا شکریہ ادا کیا۔

حضور انور کا طلباء سے خطاب

اس کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے طلباء سے خطاب فرمایا۔

حضور نے فرمایا کہ مَیں بچوں کو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ کو تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملا ہے اس سے بھرپور فائدہ اٹھائیں۔ ترقی کرنے کے لئے تعلیم کا حصول بہت ضروری ہے۔ حضور نے فرمایا: ہر وہ قوم ترقی کرتی ہے جو تعلیم یافتہ ہو۔ اگر آپ بھی ترقی کرنا چاہتے ہیں تو اس موقع سے فائدہ اٹھائیں اور محنت کریں اور پوری طرح تعلیم حاصل کرنے کی طرف توجہ دیں۔ یہ وقت ایسا ہے کہ اگر ضائع ہو گیا تو دوبارہ نہیں آئے گا۔ پس آپ کا تعلیم حاصل کرنا تو خود آپ کے لئے بہت ضروری ہے اور اپنی قوم کی خاطر بھی ضروری ہے اس لئے پڑھائی کی طرف توجہ دیں۔

حضور انور نے فرمایا: دوسری بات مَیں اساتذہ سے کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے اپنے آپ کو پیش کیا ہے تا کہ قوم کے بچوں کو پڑھائیں۔ اور قوم نے بھی آپ پر اعتماد کیا ہے کہ ان کے بچوں کو تعلیم دیں۔ پس آپ کے لئے ضروری ہے کہ محنت سے ان کو پڑھائیں تا کہ یہ قوم کے مستقبل کے لیڈر بن سکیں اور ان میں یہ صلاحیت پیدا ہو کہ وہ قوم کو سنبھال سکیں۔

حضور انور نے فرمایا: تیسری بات مَیں سکول کی انتظامیہ کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے جلسہ کے دوران مہمانوں کے لئے جگہ مہیا کی۔ ہمیں یہ تعلیم ہے کہ جو انسان کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ خدا کا شکر ادا نہیں کرتا۔ اس لئے مَیں آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے ہمارے مہمانوں کو رہائش مہیا کی۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اعلیٰ تعلیم یافتہ بنائے اور ملک و قوم کی خدمت کی توفیق دے۔

اس خطاب کے بعد حضور انور کچھ دیر کے لئے پرنسپل کے دفتر میں تشریف لے گئے۔

ایس ستنام سنگھ باجوہ پبلک سکول

اس کے بعد حضور انور ایک دوسرے قریبی سکول "S.Satnam Singh Bajwa Public Memorial School" کے وزٹ کے لئے تشریف لے گئے۔ حضور انور نے اس سکول کے مختلف حصے دیکھے۔ حضور انور سکول کے کمپیوٹر روم میں بھی تشریف لے گئے۔ سکول کے پرنسپل نے حضور انور کو مختلف کلاس روم بھی دکھائے جہاں بچے پڑھ رہے تھے۔

حضور انور کچھ دیر کے لئے سکول کے ڈائریکٹر کے دفتر میں بھی تشریف لے گئے اور سکول کی ایک ابتدائی کلاس نے حضور انور کے ساتھ تصویر بنوانے کا شرف حاصل کیا۔

اس سکول کے معائنہ کے بعد حضور انور حضرت مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ عنہ کے مکان پر تشریف لے گئے۔ آج کل سکھ نیشنل کالج کے پرنسپل صاحب یہاں رہائش پذیر ہیں۔ حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ عنہ کے مکان کا بیرونی احاطہ کافی بڑا ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ نے بعض جگہوں کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا کہ مَیں نے سنا ہے یہاں فلاں فلاں پھل کے درخت ہوا کرتے تھے۔ اب تو کچھ بھی نہیں۔

کوٹھی دار السلام

یہاں سے حضور انور کوٹھی دار السلام کے معائنہ کے لئے روانہ ہوئے۔ کوٹھی دار السلام محلّہ دار العلوم میں واقع ہے جو حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ نے تعمیر کروائی تھی۔ اس کوٹھی ''دار السلام'' نام رکھنے کی وجہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک ارشاد ہے جو آپؑ نے حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ مالیر کوٹلہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ:

''مَیں آپ سے ایسی محبت رکھتا ہوں جیسا کہ اپنے فرزند عزیز سے محبت ہوتی ہے۔ اور دعا کرتا ہوں کہ اس جہان کے بعد بھی خدا تعالیٰ ہمیں دار السلام میں آپ کی ملاقات کی خوشی دکھاوے''۔

اس وجہ سے اس کوٹھی کا نام حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ نے ''دار السلام'' تجویز فرمایا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بڑی صاحبزادی حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت نواب محمد علی خان صاحب سے ہوئی تھی۔ اسی طرح دوسری صاحبزادی حضرت نواب امتہ الحفیظ بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت نواب عبد اللہ خان صاحب رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی۔ اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دونوں صاحبزادیاں اسی کوٹھی میں مقیم رہی ہیں۔

اسی کوٹھی دار السلام میں وہ کمرہ ہے جہاں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی کے آخری ایام گزارے اور اسی کمرہ میں 13/مارچ 1914ء بروز جمعۃ المبارک دوپہر دو بج کر بیس منٹ پر نماز کی حالت میں اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس کوٹھی کے معائنہ کے دوران اس کمرہ میں بھی تشریف لے گئے جہاں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی وفات ہوئی تھی۔ حضور انور نے کوٹھی کے مختلف حصوں کا جائزہ لیا اور کمروں کی تفصیل دریافت فرمائی اور اس کی مرمت کے بارہ میں ہدایات فرمائیں۔ اس وقت اس کوٹھی کے مختلف حصوں میں تین احمدی فیملیز مقیم ہیں۔

اس کوٹھی کے قریب ہی محلّہ دار العلوم میں جماعت نے درویشان اور ان کی فیملیز کے لئے دس کوارٹر تعمیر کروائے ہیں۔ مزید تعمیر کا بھی پروگرام ہے۔ حضور انور ایک کوارٹر کے معائنہ کے لئے تشریف لے گئے۔ یہاں حیدر آباد کی ایک مہمان فیملی بھی ٹھہری ہوئی تھی۔ اس فیملی نے حضور انور کے ساتھ تصویر بنوانے کی سعادت پائی۔ حضور انور نے منتظمین کو ہدایت فرمائی کہ جو بھی مزید کوارٹر تعمیر ہونے ہیں ان کے نقشے وغیرہ دکھائیں اور بعض دیواروں میں جو پانی کی نمی وغیرہ ہے اس کو بھی چیک کریں۔

نور ہسپتال

اس کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے نور ہسپتال قادیان کی نئی عمارت کا تفصیلی معائنہ فرمایا۔ ہسپتال کی یہ تین منزلہ نئی عمارت گزشتہ سالوں میں تعمیر ہوئی ہے۔ حضور انور نے ہسپتال کے مختلف شعبوں، لیبارٹری، فارمیسی، ایکسرے روم، آپریشن تھیٹر، ای سی جی روم اور دیگر مختلف شعبوں کا تفصیلی معائنہ فرمایا اور ساتھ ساتھ ہدایات سے نوازا۔ حضور انور ادویات کے سٹور میں بھی تشریف لے گئے۔ حضور انور مختلف وارڈز میں بھی تشریف لے گئے جہاں بعض مریض زیر علاج تھے حضور انور نے بعض مریضوں سے ان کا حال دریافت فرمایا اور ڈاکٹر صاحب سے پوچھا کہ ان کو کونسی دوائی دے رہے ہیں۔ حضور نے ڈاکٹر صاحب کو بعض مریضوں کے لئے ہومیو پیتھک نسخے بھی بتائے۔ حضور انور نے صفائی رکھنے کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا ساتھ ساتھ صفائی ہوتی رہنی چاہئے۔

حضور انور نے ازراہ شفقت ایک بیمار وقف نو بچی کا حال پوچھتے ہوئے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

اس ہسپتال کے ایک حصہ میں ہومیو پیتھک کلینک بھی ہے۔ حضور انور نے اس کلینک کا بھی معائنہ فرمایا۔

ہسپتال کے ایڈمنسٹریٹر کا دفتر اوپر والی منزل پر تھا۔ حضور انور نے ہدایت فرمائی کہ ایڈمنسٹریٹر کا دفتر گراؤنڈ فلور (Ground Floor) پر ہونا چاہئے تا کہ مریض بآسانی ان کے پاس آسکے۔ گراؤنڈ فلور میں تمام آؤٹ ڈور اور ان ڈور وغیرہ موجود ہیں۔

حضور انور نے ہسپتال سے ملحقہ ڈاکٹروں کے کوارٹرز کا بھی معائنہ فرمایا اور اس سلسلہ میں منتظمین کو بعض ہدایات دیں۔ اسی طرح ہسپتال کے سامنے والے بیرونی حصہ میں تعمیر شدہ دو دکانوں کے تعلق میں بھی حضور نے بعض انتظامی امور کے بارہ میں ہدایات دیں اور فرمایا کہ اس جگہ کو کھلا رکھا جائے اور پھول پودے وغیرہ لگائے جائیں۔

نور ہسپتال کی اس نئی عمارت کے معائنہ کے بعد حضور انور اسی ہسپتال کی پرانی عمارت کے معائنہ کے لئے تشریف لے گئے۔ پرانی عمارت کافی خستہ حال ہے۔ حضور انور نے انتظامیہ کو اس بارہ میں بعض ہدایات سے نوازا۔

مسجد اقصیٰ

اس کے بعد پروگرام کے مطابق حضور انور واپس دار المسیح تشریف لائے اور مسجد اقصیٰ تشریف لے گئے جہاں مسجد اقصیٰ کی توسیع کا جائزہ لیا اور مسجد کے ارد گرد کی عمارتوں کے باہ میں دریافت فرمایا اور ساتھ ساتھ ہدایات دیں۔ حضور انور نے مختلف اطراف سے مسجد کی ممکنہ توسیع کا جائزہ لیا۔

یہ ''مسجد اقصیٰ'' سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے والد حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب مرحوم نے 1875ء میں تعمیر کروائی تھی۔ اس وقت اس میں دو صد افراد نماز ادا کر سکتے تھے۔ بعد میں جب جماعت احمدیہ کا قیام ہوا تو لوگ کثرت سے قادیان آنے لگے اور اس مسجد میں نمازیوں کے لئے گنجائش نہیں ہوتی تھی۔ چنانچہ 1900ء میں مسجد کے صحن میں توسیع کی گئی۔ اس توسیع کے بعد مسجد میں دو ہزار نمازیوں کے لئے جگہ میسر آگئی۔

مسجد اقصیٰ کی عمارت میں دوسری مرتبہ توسیع 1910ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہوئی۔ اور تیسری مرتبہ توسیع حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں 1938ء میں ہوئی۔

مسجد اقصیٰ کی بہت سی خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اس میں نمازیں ادا کرتے رہے۔ خاص طور پر مسجد مبارک تعمیر ہونے سے پہلے تو آپ اسی مسجد میں نمازیں ادا کیا کرتے تھے اور ذکر الٰہی میں مشغول رہا کرتے تھے۔

اسی مسجد کے قدیمی حصہ کے درمیانی محراب میں حضور علیہ السلام نے 11/اپریل 1900ء کو عید الاضحیہ کے موقع پر عربی زبان میں فی البدیہہ خطبہ عید ارشاد فرمایا جو ''خطبہ الہامیہ'' کے نام سے موسوم ہے۔

مسجد اقصیٰ میں ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عہد مبارک میں پہلا جلسہ سالانہ 27/دسمبر 1891ء میں ہوا جس میں 75 احباب شریک ہوئے۔ بعد میں بھی اسی مسجد میں جلسہ سالانہ کا انعقاد ہوتا رہا۔

مسجد اقصیٰ کو یہ فخر اور اعزاز بھی حاصل ہے کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق اسی مسجد کے صحن کو ''مینارۃ المسیح'' کی تعمیر کے لئے منتخب فرمایا۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مینارۃ المسیح اور مختلف حصوں میں تشریف لے جا کر مسجد کے صحن کا بھی جائزہ لیا کہ کہاں سے مزید توسیع کی گنجائش ہے۔ اس بارہ میں منتظمین کو ہدایت بھی دیں۔

احمدیہ مرکزی لائبریری

اس کے بعد حضور انور نے احمدیہ مرکزی لائبریری کا معائنہ فرمایا۔ یہ لائبریری قصر خلافت کی عمارت کے ایک حصہ میں قائم ہے۔ اس لائبریری میں اس وقت چالیس ہزار سے زائد کتب موجود ہیں۔ حضور انور نے اس لائبریری کے مختلف حصے دیکھے اور ہدایات سے نوازا۔ اب جماعت کی مرکزی لائبریری کے لئے ایک نئی عمارت کی تعمیر کا منصوبہ ہے۔

لائبریری کے معائنہ کے بعد دو بجے حضور انور نے مسجد اقصیٰ تشریف لا کر ظہر و عصر کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں۔ نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور انور اپنی رہائشگاہ تشریف لے گئے۔

بہشتی مقبرہ کا وزٹ

ساڑھے چار بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار مبارک پر دعا کے لئے بہشتی مقبرہ تشریف لے گئے۔ آج بھی بہشتی مقبرہ روانگی سے گھنٹوں پہلے احباب حضور انور کے انتظار میں راستہ کے دونوں جانب کھڑے تھے۔ حضور انور کے بہشتی مقبرہ جاتے ہوئے اور واپس آتے ہوئے قادیان کی یہ گلیاں السلام علیکم اور نعرہ ہائے تکبیر کی صداؤں سے گونجتی رہیں۔ بعض ہندو اور سکھ فیملیز بھی ان راستوں پر کھڑی ہوتیں اور حضور سے عقیدت کا اظہار کرتیں۔

تعمیراتی امور سے متعلق میٹنگ

بہشتی مقبرہ سے واپسی پر حضور انور اپنے دفتر تشریف لائے جہاں پانچ بجے قادیان میں تعمیرات کے سلسلہ میں انتظامیہ کے ممبران کی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ میٹنگ ہوئی جو سوا چھ بجے تک جاری رہی۔ حضور انور نے قادیان میں مختلف دفاتر، ادارہ جات اور بعض رہائشی حصوں کی تعمیر کے بارہ میں فیصلہ جات فرمائے اور ہدایات سے نوازا۔

مبلغین سلسلہ کے ساتھ میٹنگ

اس میٹنگ کے بعد حضور انور مسجد اقصیٰ تشریف لائے جہاں پروگرام کے مطابق ہندوستان میں کام کرنے والے مبلغین کی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ میٹنگ شروع ہوئی۔ سب سے پہلے حضور انور نے دعا کروائی۔

حضور انور نے مبلغین سے صوبہ وائز اور علاقہ وائز جماعتوں کی تعداد اور جماعتی تجنید اور گزشتہ سالوں میں ہونے والی بیعتوں کا جائزہ لیا۔ حضور انور نے مبلغین کو ہدایت فرمائی کہ جب وہ دورہ کرتے ہیں تو اپنا شیڈیول اس طرح بنائیں کہ مختلف جماعتوں میں باری باری نماز جمعہ ادا ہو۔

حضور انور نے بعض صوبوں اور اضلاع میں قائم ہونے والی نئی جماعتوں کا بھی تفصیل سے جائزہ لیا اور تجنید کے بارہ میں بھی جائزہ لیا۔ اور دریافت فرمایا کہ آپ لوگ کس معیار پر پہنچتے ہیں تو جماعت بناتے ہیں۔ نیز جماعتوں میں نماز جمعہ کی حاضری کے بارہ میں دریافت فرمایا۔ نومبائعین کو نظام میں

شامل کرنے کی طرف توجہ دلائی اور ہدایت فرمائی کہ ان کو باقاعدہ چندہ کے نظام میں شامل کیا جائے۔

حضور انور نے ایک صوبہ کے مبلغ انچارج سے دریافت فرمایا کہ آپ کے صوبہ کی آبادی کتنی ہے۔صوبہ کا رقبہ کتنا ہے، کتنی آبادی پر یا ووٹر پر ممبر پارلیمنٹ بنتا ہے۔حضور انور نے فرمایا: مربی کو ہر بات کا علم ہونا چاہئے۔اپنے علاقہ کا کم از کم علم ہونا چاہئے۔

حضور انور نے نومبائع کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ نومبائع صرف وہ ہے جس نے گزشتہ تین سال میں بیعت کی ہو۔اس سے اوپر نومبائع نہیں ہے۔ہر بیعت کرنے والے کو تین سال بعد جماعت کا فعال حصہ ہونا چاہئے۔اگر ایسا نہیں ہے تو یہ آپ لوگوں کی کمزوری اور سستی ہے۔اس لئے استغفار کریں اور خدا سے اپنی سستی کی معافی مانگیں اور اب ان کو نظام میں شامل کریں۔

حضور انور نے مبلغین کو سمجھایا کہ ایسی بیعتوں کا کیا فائدہ کہ پرندے پکڑے اور پھر چھوڑ دئے تا کہ اڑ جائیں۔ حضور نے فرمایا قرآن کریم نے اس بارہ میں مثالیں دی ہیں اور وہ اس لئے دی ہیں کہ ان پر عمل کیا جائے۔

حضور انور نے اس موقع پر گزشتہ سالوں کی بیعتوں کے جائزہ اور ان کو سنبھالنے کے بارہ میں نظارت اصلاح وارشاد ،نظارت دعوت الی اللہ اور وقف جدید کو بعض انتظامی ہدایات دیں اور مبلغین اور معلمین کو بھی انتظامی ہدایات دیں۔

حضور انور نے فرمایا: مَیں گزشتہ سال میٹنگ میں کہہ چکا ہوں کہ گزشتہ سالوں میں ہونے والی بیعتوں سے 70 فیصد واپس لائیں۔ یہ ہر مربی کا کام ہے کہ اپنے علاقوں میں واپس جائیں اور اس کام کو آرگنائز کریں اور اپنی رپورٹ بھجیں۔ان کو مالی قربانی میں شامل کریں۔افریقہ،انڈونیشیا ،پاکستان میں آپ سے زیادہ غریب لوگ ہیں وہ مالی قربانیاں کرتے ہیں۔

حضور انور نے فرمایا: غیب پر ایمان لانے والوں کی یہ شرط بھی ہے کہ وہ غیب پر ایمان لاتے ہیں اور وہ مالی قربانی بھی کرتے ہیں۔حضور نے فرمایا: یہ نئے آنے والے کچھ نہ کچھ ضرور دیں تا کہ ان کو عادت پڑ جائے اور ان کو پتہ لگے کہ ہم کس مقصد کے لئے دیتے ہیں۔

حضور انور نے مربیان کو ہدایت فرمائی کہ سب مل کر کوشش کریں کہ 2008ء تک 70 فیصد کو واپس لے کر آنا ہے۔فرمایا اگر کوشش کریں گے تو سب سے بڑا ذریعہ دعا ہے۔دعائیں کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگیں۔

حضور انور نے فرمایا 1986ء سے لے کر گزشتہ سالوں تک بیعت کرنے والے کو نومبائعین کہنا یہ غلط ہے۔حضور نے فرمایا: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں کونسی نومبایع کی ٹرم تھی۔جو بیعت کرتا تھا وہ اخلاص میں ڈوبا ہوا ہوتا تھا۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بھی کونسی نومبائع ٹرم تھی؟ آپ صرف اپنی کمزوریاں چھپانے کے لئے نومبائع کی ٹرم لے کر بیٹھ گئے ہیں۔

حضور نے فرمایا: ان کو نظام کا حصہ بنائیں ،فعال کریں۔آپ نے نئے آنے والوں کی تربیت کرنی ہے۔ اور ہر پہلو سے کرنی ہے۔تین ماہ کے اندر آپ کی رپورٹ ملنی شروع ہو جانی چاہئے۔اور پھر ہر ماہ بعد آنی چاہئے۔

یہ میٹنگ چھ بج کر چالیس منٹ تک جاری رہی ۔میٹنگ کے اختتام پر مبلغین نے صوبہ وائز اور علاقہ وائز گروپس کی صورت میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ تصویر بنوانے کا شرف حاصل کیا۔

سوا سات بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد اقصیٰ تشریف لا کر مغرب وعشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں ۔نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور انور اپنی رہائشگاہ تشریف لے گئے۔

3/جنوری 2006ء بروز منگل:

صبح چھ بج کر پچیس منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ''مسجد اقصیٰ'' میں تشریف لا کر نماز فجر پڑھائی۔نماز فجر کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ اپنی رہائشگاہ تشریف لے گئے۔صبح حضور نے ڈاک ملاحظہ فرمائی اور مختلف دفتری امور کی انجام دہی میں مصروف رہے۔صبح حضور انور نے ڈاک ملاحظہ فرمائی۔

انفرادی وفیملی ملاقاتیں

آج پروگرام کے مطابق صبح نو بجے سے لے کر دوپہر ایک بجے تک فیملی وانفرادی ملاقاتیں شروع ہوئیں ۔بنگلہ دیش،سعودی عرب،مصر اور بحرین سے آنے والی فیملیز کے علاوہ پاکستان کی 9 جماعتوں لاہور، اسلام آباد، ربوہ،بہاولپور، فیصل آباد ،کراچی،کوٹ عبدالمالک ،کوئٹہ،سرگودھا اور ہندوستان کی 29 جماعتوں Chelakara، Ballary، حیدرآباد، ممبئی، امروہہ، Waranghe، Andoora، Kardaplly، Chanai، سرینگر، نواں کوٹ، Bharatpur، Krulai، علی گڑھ ،پونچھ، راجوری، یادگیر، گجرات، آسنور، ہماچل، Muskara، Alppy، Kaliyathur، Gaya، Chelakara، Kishan Garh، Patna، Kerang اور Nargaon کی مجموعی طور پر 156 خاندانوں کے 1548 افراد نے حضور انور سے شرف ملاقات حاصل کیا اور تصاویر بنوانے کی سعادت بھی حاصل کی۔

ہندوستان کے مختلف علاقوں سے آنے والے یہ خاندان آٹھ سو کلو میٹر سے لے کر تین ہزار کلو میٹر تک کا سفر کئی دنوں میں طے کر کے قادیان پہنچے تھے۔آج کا یہ دن ان کے لئے کتنا مبارک اور تاریخی دن تھا۔ یہ اپنی زندگی میں پہلی بار اپنے پیارے آقا سے ملاقات کا شرف حاصل کر رہے تھے۔ اور قادیان کی سردی میں کھلے احاطہ میں صبح سے ہی ملاقات کے لئے اپنی باری اور اس لمحہ کے منتظر تھے کہ کب انہیں آواز پڑے اور کب انہیں اپنے آقا کا دیدار نصیب ہو۔

ملاقاتوں کے بعد سوا ایک بجے حضور انور مسجد اقصیٰ تشریف لا کر نماز ظہر وعصر جمع کر کے پڑھائیں۔نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور انور اپنی رہائشگاہ تشریف لے گئے۔

بہشتی مقبرہ کا وزٹ

سہ پہر چار بجے حضور انور اپنی رہائشگاہ دارالمسیح سے باہر تشریف لائے اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار مبارک پر دعا کے لئے بہشتی مقبرہ تشریف لے گئے۔آج بھی یہ سارا راستہ اور یہ گلی کوچے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے عشاق سے مزیّن اور سجے ہوئے تھے۔ ہر طرف سے عقیدت ومحبت اور فدائیت کا اظہار تھا۔قدم قدم پر اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ایک روح پرور منظر تھا۔دنیا بھر کے ممالک سے آئے ہوئے ہزاروں لوگ قادیان کے ان گلی کوچوں میں کھڑے اپنے پیارے آقا پر عقیدت و محبت کے ایسے پھول نچھاور کر رہے تھے جن کی خوشبو کبھی نہ ختم ہونے والی تھی۔ یہ مبارک اور روح پرور لمحات بھی قادیان کی گلیوں کی یاد بن گئے ہیں اور قادیان کے مکین ان کو چشم تصور میں دیکھتے اور روز یاد کرتے ہیں۔

انفرادی وفیملی ملاقاتیں

آج پروگرام کے مطابق ساڑھے چار بجے حضور انور ایدہ اللہ اپنے دفتر تشریف لائے اور فیملی وانفرادی ملاقاتیں شروع ہوئیں۔ملاقات کرنے والوں میں یوگنڈا اور بنگلہ دیش سے آنے والے احباب اور فیملیز کے علاوہ پاکستان کی بارہ جماعتوں ربوہ، لاہور، فیصل آباد، میر پور خاص، کراچی، سرگودھا، نواب شاہ ، جڑانوالہ ،شیخوپورہ ، جھنگ ،مرید کے ، ساہیوال اور ہندوستان کی 27 جماعتوں Ambeta، بریلی، کانپور، ہریانہ، ہماچل، کیرنگ، Chelahara، بنارس ،آسنور ،کلکتہ ، پٹنہ، جھانسی، KimbturRath، Karyl، Pollypurah، Sagar ، علی گڑھ، چنائی، جمّوں، Sora، Manjori ،ناصر آباد، سکّم ،راجستھان اور Charkote سے آنے والی 88 فیملیز اور 180 افراد نے حضور انور سے انفرادی طور پر شرف ملاقات حاصل کیا۔اس طرح مجموعی طور پر 894 افراد نے ملاقات کی سعادت حاصل کی اور حضور انور کے ساتھ تصاویر بھی بنوائیں۔ ملاقاتوں کا یہ پروگرام رات آٹھ بجے تک جاری رہا۔

سوا آٹھ بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد اقصیٰ تشریف لا کر مغرب وعشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں ۔نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور انور اپنی رہائشگاہ تشریف لے گئے۔

4/جنوری 2006ء بروز بدھ:

صبح چھ بج کر پچیس منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ''مسجد اقصیٰ'' میں تشریف لا کر نماز فجر پڑھائی۔نماز فجر کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ اپنی رہائشگاہ تشریف لے گئے۔صبح حضور نے ڈاک ملاحظہ فرمائی

پاکستان کی مرکزی انجمنوں کے عہدیداران کی میٹنگ

آج پروگرام کے مطابق سوا دس بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ مسجد اقصیٰ میں ممبران صدر انجمن احمدیہ پاکستان، ممبران تحریک جدید انجمن احمدیہ پاکستان اور ممبران وقف جدید پاکستان کی مشترکہ میٹنگ شروع ہوئی جس میں حضور انور نے مختلف شعبوں کے پروگراموں اور منصوبہ بندی اور آئندہ کے لائحہ عمل کے بارہ میں تفصیل سے جائزے لئے اور انتظامی امور کے بارہ میں رہنمائی فرمائی اور ہدایات سے نوازا۔یہ میٹنگ ساڑھے گیارہ بجے تک جاری رہی۔

میٹنگ کے بعد تینوں انجمنوں کے ممبران نے علیحدہ علیحدہ گروپس کی صورت میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ تصاویر بنوانے کی سعادت حاصل کی۔اس موقع پر جلسہ سالانہ قادیان کی تیاری کمیٹی ربوہ کے ممبران نے بھی حضور انور کے ساتھ تصویر بنوانے کا شرف حاصل کیا۔

بعدازاں جلسہ سالانہ کے مختلف شعبہ جات میں ہندوستان کی جماعتوں سے ڈیوٹی دینے والے کارکنان نے صوبہ وائز حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تصاویر بنوانے کی سعادت حاصل کی۔ ان ڈیوٹی دینے والے منتظمین اور معاونین کی تعداد ہزار سے اوپر تھی۔ باری باری صوبہ وائز گروپس کی صورت میں یہ تصاویر کھینچی گئیں۔تصاویر کا یہ پروگرام بارہ بج کر پچاس منٹ تک جاری رہا۔اس کے بعد ایک بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مسجد اقصیٰ میں ظہر وعصر کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں۔

ڈاکٹر طارق احمد صاحب کے گھر ظہرانہ میں شمولیت

نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ڈاکٹر طارق احمد صاحب انچارج نور ہسپتال قادیان کے گھر دوپہر کے کھانے پر تشریف لے آئے۔

بہشتی مقبرہ میں دعا

ساڑھے چار بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بہشتی مقبرہ میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے مزار پر دعا کے لئے تشریف لے گئے۔

دفتری ملاقاتیں

پروگرام کے مطابق پانچ بجے دفتری ملاقاتیں شروع ہوئیں۔ ناظر اعلیٰ صاحب صدر انجمن احمدیہ ربوہ ، وکیل اعلیٰ صاحب تحریک جدید ربوہ ، وکیل التبشیر صاحب ربوہ ، ناظر صاحب امور خارجہ ربوہ ،اور لجنہ اماء اللہ ربوہ پاکستان کی عہدیداران نے حضور انور سے ملاقات کی سعادت حاصل کی اور بعض انتظامی امور حضور انور کی خدمت میں پیش کر کے ہدایات حاصل کیں۔دفتر ملاقاتوں کا یہ پروگرام پونے سات بجے تک جاری رہا۔

سات بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مسجد اقصیٰ تشریف لا کر مغرب وعشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں۔

تقریب رخصتانہ میں شرکت

نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور انور مکرم منظور احمد صاحب گھنوکے ، درویش مرحوم کی بیٹی عزیزہ ڈاکٹر عطیۃ القدوس صاحبہ کی تقریب رخصتانہ میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے ۔تلاوت قرآن کریم اور نظم کے بعد حضور انور نے دعا کروائی اور کھانا تناول فرمایا۔

ساڑھے آٹھ بجے حضور واپس اپنی رہائشگاہ تشریف لے گئے۔

(باقی آئندہ شمارہ میں)

watch MTA live
audio and video broadcast
❁❁❁
Weekly sermons in Urdu / English
❁❁❁
Questions & Answers and much much more
❁❁❁
Now you can buy Ahmadiyya Islamic Books, Audio / Video on line using Master Card or Visa
❁❁❁
Visit our official website
www.alislam.org

رہنمائے صحت

- ❁ جہاں روشنی کا دخل نہیں وہاں ڈاکٹر کا گزر لازمی ہوتا ہے۔
- ❁ دل کو مضبوط کرو، جسم خود مضبوط ہوگا۔
- ❁ سر میں باربار کنگھی کرنے سے خراب آنکھیں درست ہو جاتی ہیں۔
- ❁ پاؤں کے تلوے صاف رکھنے سے دماغ صاف رہتا ہے۔
- ❁ ہفتہ میں ایک دن فاقہ کرنے سے صحت ہمیشہ اچھی رہتی ہے۔

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم و دلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔

ڈلوال میں احمدیت اور ہمارا خاندان

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 3و4 مارچ 2005ء میں مکرم پروفیسر راجا نصراللہ خان صاحب کے قلم سے ڈلوال (ضلع چکوال) میں احمدیت کے نفوذ سے متعلق دلچسپ حالات شامل اشاعت ہیں۔

ڈلوال آبادی اور رقبہ کے لحاظ سے اپنے اردگرد کے سب دیہات سے بڑا ہے اور علاقہ میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ یہاں 1900ء میں بیلجیم مشن نے ایک ہائی سکول قائم کیا جس میں اس فوجی خطے کے کئی بریگیڈئر اور جرنیل میٹرک تک تعلیم پا کر فوج میں کمیشن حاصل کرتے رہے۔ ڈلوال کے قریبی گاؤں دوالمیال میں حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ سے ہی احمدیت پہنچ چکی تھی اور پاکستان کے پہلے احمدی جرنیل ملک نذیر احمد صاحب کا تعلق بھی یہیں سے تھا۔ ڈلوال کے پہلے احمدی خاکسار کے والد محترم راجہ فضل خان رئیس ڈلوال تھے۔ ڈلوال ہائی سکول میں اُن کے ساتھی احمدی طلباء جب یہ نظم خوش الحانی سے پڑھتے کہ ؎

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو

تو نظم کے دلآویز الفاظ کا قلب و ذہن پر خاص اثر ہوتا تھا۔

ہمارے دادا راجہ پناہ خان صاحب بھی فوج میں ترقی پا کر کمانڈر انچیف کے سپیشل باڈی گارڈ دستہ میں شامل تھے۔ وہ اونچے قد کے نہایت ہی مضبوط، وجیہہ اور بارعب شخصیت کے مالک تھے لیکن انہوں نے اپنے واحد زندہ بیٹے (یعنی ہمارے والد محترم) کو فوج میں بھیجنا پسند نہ کیا بلکہ ڈلوال سکول سے میٹرک کے بعد زرعی کالج لائلپور میں داخل کرادیا۔ یہاں بھی والد محترم کی ملاقات کچھ احمدی طلباء سے ہوگئی جن میں سے ایک کمانڈر عبداللطیف تھے جو بعد ازاں زرعی کالج کے پرنسپل بھی رہے۔ والد محترم نے ملازمت تو زیادہ عرصہ نہیں کی لیکن زراعتی علم اور تجربہ کی بنا پر وہ اپنی پانچ مربع زرعی اراضی کا انتظام بہت عمدگی سے کرتے رہے اور مزارعین کو بھی مفید مشورے دیتے رہے۔

مکرم راجہ غالب احمد صاحب آف لاہور کے والد حضرت راجہ علی محمد صاحبؓ (بیعت 1905ء) کا آبائی گاؤں کوٹ راجگان تھا۔ جب والد صاحب نے کچھ عرصہ لاہور میں ملازمت کی تو حضرت راجہ علی محمد صاحبؓ، جو افسر مال کے عہدہ پر تعینات تھے، کی نیک صحبت کا آپ پر بہت اچھا اثر پڑا۔ آپ کی ملاقات خان بشیر احمد خانصاحب سے بھی ہوئی جو کپورتھلہ کے بزرگ حضرت محمد خانصاحبؓ کے منجھلے صاحبزادے تھے۔ والد صاحب کے قبول احمدیت کے بعد ان کی شادی خان بشیر احمد خانصاحب کی دوسری بیٹی محترمہ سعیدہ بیگم صاحبہ سے ہوگئی۔ اس طرح ڈلوال میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے پہلا احمدی گھرانہ قائم ہو گیا۔ والد محترم بیعت کے بعد بفضلہ تعالیٰ ہمیشہ ثابت قدم رہے۔ ان کے اعلیٰ اخلاق اور کردار کی وجہ سے پورا علاقہ ان کا احترام کرتا تھا۔ ہمارے دادا نے اگرچہ احمدیت قبول نہیں کی لیکن کبھی مخالفت بھی نہیں کی۔

صاحب جائیداد ہونے کی وجہ سے ہمارے والد صاحب رئیس ڈلوال کہلاتے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد انہیں کوئلے کی کانوں کا کاروبار کرنے کے لئے کچھ پہاڑی سلسلہ گورنمنٹ کی طرف سے لیز پر مل گیا اور اس طرح ان کا سرکاری افسران سے تعلق اور علاقہ میں اثر و رسوخ اور بڑھ گیا۔ قیام پاکستان پر کئی دفعہ حالات سے مجبور کچھ مہاجرین ڈلوال آجاتے تو لوگ امداد لینے کے لئے انہیں والد صاحب کا پتہ بتاتے۔ چنانچہ آپ کو خدمت خلق کی خوب توفیق ملی۔

والد محترم بہت خشوع و خضوع سے نمازیں ادا کرتے تھے۔ رمضان میں باقاعدہ روزے رکھتے اور ہر سال ایک مسکین پڑوسی کو دونوں وقت کا کھانا خود دیکر آتے۔ ڈلوال کے حاجتمندوں اور بیماروں کا بھی بہت خیال رکھتے تھے۔ خود بہت وضع دار شخصیت کے مالک تھے۔ لباس صاف ستھرا اور بے شکن ہوتا۔ رفاہ عامہ کی خاطر کھلے دل سے خرچ کرتے تھے۔ جماعتی چندوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ تحریک جدید کے اولین پانچ ہزاری مجاہدین میں شامل تھے۔ فضل عمر ہسپتال اور دفتر انصار اللہ مرکزیہ کی تعمیر کے لئے خصوصی چندہ دہندگان میں شامل تھے۔

فروری 1942ء میں ڈلوال میں احمدیوں اور مخالفین کے درمیان ایک مناظرہ ہوا۔ مخالف گروہ کے بڑے مناظر مولوی لال حسین اختر تھے جبکہ احمدی مناظر محترم محمد یار عارف صاحب تھے جن کے ساتھ محترم سید احمد علی شاہ صاحب اور حضرت مولوی محمد حسین صاحب (سبز پگڑی والے) بھی تھے۔ اس مناظرہ کی بنیاد یہ ہوئی کہ ایک بار میرے والد اپنی زمینوں کے دورہ پر (ضلع سرگودھا) گئے ہوئے تھے تو مولوی لال حسین اختر ڈلوال آکر مسجد خواجگان میں مقیم ہوئے اور لوگوں سے پوچھا کہ یہاں بھی کوئی قادیانی ہے؟ لوگوں نے والد صاحب کا نام لیا۔ جب والد صاحب زمینوں سے واپس آئے اور انہیں اس بات کا پتہ چلا تو وہ خود مسجد پہنچ گئے۔ ابتدائی گفتگو کے بعد مولوی لال حسین اختر سے مناظرہ کی بات چل پڑی اور والد صاحب نے قادیان میں ساری اطلاع تحریراً عرض کردی اور اس طرح مقررہ تاریخ تک تینوں فاضل مناظر تشریف لے آئے۔ اس مناظرہ کے نتیجہ میں علاقہ بھر کے لوگوں تک احمدیت کا پیغام پہنچا۔ ہماری دو منزلہ حویلی کے نچلے حصہ میں مہمان خانہ موجود تھا۔ مناظرہ سننے کیلئے آنے والے بہت سے احمدیوں کیلئے کھانے اور رہائش کا بندوبست بھی ہمارے والد صاحب نے وہیں کیا ہوا تھا۔

والد محترم بہت جرأت مند اور حق گو انسان تھے۔ تقسیم ہند کے وقت جب ہندو گھرانے ہجرت کر گئے تو فساد کے زمانہ میں کئی لوگوں نے ہندوؤں کی متروکہ املاک پر قبضہ کرلیا۔ ہمارے ایک قریبی رشتہ دار نے بھی اپنے پڑوس میں واقع ایک ہندو کی زمین اپنے گھر کے ساتھ ملا لی۔ کچھ عرصہ کے بعد جب حکام ناجائز قبضہ کی تحقیق کرنے آئے تو اُن صاحب کا بیان حکام نے اس شرط پر تسلیم کرنے پر رضامندی ظاہر کی اگر ہمارے والد صاحب اُس کے حق میں گواہی دیدیں۔ لیکن والد صاحب کے سچ بیان کرنے پر فیصلہ ان صاحب کے خلاف گیا اور وہ ایک لمبے عرصہ تک والد صاحب سے ناراض رہے۔

والد محترم کے بھانجے راجہ محمد نواز صاحب ہمارے والد صاحب کو بہت عزیز تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارے والد صاحب کے اثر اور جماعت دوالمیال کے بزرگ حضرت مولوی کرم داد صاحبؓ کی نیک صحبت اور دعا کے نتیجہ میں انہوں نے احمدیت قبول کرلی۔ یہ واقعہ پاکستان بننے سے کئی سال پہلے کا ہے۔ گو ان کی اہلیہ محترمہ نے کافی عرصہ بعد احمدیت قبول کی لیکن بہرحال ڈلوال میں دوسرے احمدی گھرانے کا آغاز ہوگیا۔ قبولِ احمدیت پر راجہ محمد نواز صاحب کے والد راجہ مواز خان صاحب نے شدید مخالفت کی اور ان کو گھر سے بے دخل کردیا اور ہمارے والد صاحب سے بھی سخت برہمی کا اظہار کرتے ہوئے قطع تعلق کرلیا۔ اپنے والد کے سلوک کی وجہ سے راجہ محمد نواز صاحب قادیان چلے گئے اور اپنے آپ کو جماعت کی خدمت کے لئے پیش کردیا۔ وہاں نئی عمارتوں کی تعمیر کی نگرانی اور انتظام کے سلسلہ میں جماعتی خدمت کی توفیق پائی۔ ان عمارات میں دفاتر تحریک جدید کی تعمیر کا کام بھی شامل ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اور اپنے بیٹے کا حسن سلوک دیکھ کر آخر راجہ مواز صاحب نے مخالفت ترک کردی بلکہ کبھی کبھار بیٹے کو ملنے ربوہ بھی آنے لگے۔ تقسیم ہند کے وقت انہوں نے خود آکر والد صاحب سے بھی رنجش دُور کی اور پھر دونوں نے مشترکہ کاروبار بھی شروع کیا۔

ڈلوال کے احمدی جمعہ اور عیدین دوالمیال میں ادا کیا کرتے تھے جہاں بزرگوار محترم قاضی عبدالرحمن صاحب ہر عید پر احمدیوں کی وسیع دعوت کا اہتمام کرتے۔ بسااوقات والد محترم کی دعوت پر وہ ڈلوال بھی تشریف لاتے اور کئی کئی دن تک باجماعت نمازوں اور دینی تبلیغی مجالس کا لطف ہم اٹھایا کرتے۔

والد محترم اپنے والدین کے اکیلے بیٹے تھے لیکن احمدیت کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے انہیں نو بیٹے اور بیٹیاں عطا فرمائے۔ ساری اولاد اعلیٰ تعلیم یافتہ اور ہر لحاظ سے کامیاب ہے۔ والد صاحب اگست 1959ء میں بوجہ بخار بیمار رہنے لگے تو انہیں راولپنڈی کے امریکن ہسپتال ہولی فیملی میں داخل کرایا گیا لیکن 29 ستمبر کو اُن کی وفات ہوگئی۔ وہ وقتاً فوقتاً خاص اہتمام سے گھر پر پلاؤ یا روٹی گوشت تیار کرواکر مساکین اور ضعیفوں اور عمر رسیدہ لوگوں کو بھجوادیا کرتے تھے۔

محترم راجہ محمد نواز صاحب بھی ایک نیک فطرت اور سلجھے ہوئے انسان تھے۔ نہایت ہی دعا گو، پابند صلوٰۃ اور تہجد گزار تھے۔ انتہائی نفاست پسند تھے۔ بفضلہ تعالیٰ بڑی ہمت اور جفاکشی سے باوقار زندگی گزاری۔ آخری سالوں میں مستقل طور پر جہلم شہر میں مقیم ہوگئے تھے۔ غریب رشتہ داروں اور دیگر حاجتمندوں کے بہت کام آتے تھے۔ وفات سے کچھ عرصہ پہلے انہیں مختلف خوابوں کی بنا پر اندازہ ہوگیا تھا کہ ان کی وفات قریب ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے خدمت گزار بیٹے عزیزم راجہ مسعود احمد کو کچھ ضروری باتیں نوٹ کرائیں اور وصیت کرنے کی توفیق بھی پائی۔ چند دن بعد وفات ہوئی تو پہلے امانتاً جہلم میں اور پھر بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین ہوئی۔ آپ کی اہلیہ محترمہ بانو بی بی صاحبہ نے اپنے میاں کی نسبت بہت سال بعد جاکر باقاعدہ بیعت کی لیکن وہ ان کی خوبیوں اور اچھائیوں کے باعث شروع سے ہی احمدیت کی مداح تھیں اور خود بھی بہت ہمدرد اور نیک فطرت تھیں۔ ان کی تدفین احمدیہ قبرستان جہلم میں ہوئی۔

ڈاکٹر راجہ نذیر احمد ظفر صاحب کا آبائی گاؤں ہجکہ (علاقہ بھیرہ) تھا۔ اپنے والد محترم راجہ غلام حیدر صاحب کی وفات کے بعد آپ نے اُن کی طرح ہومیوپیتھی کی پریکٹس شروع کردی۔ بعد میں ربوہ آگئے اور ایک کامیاب ہومیوپیتھ کے طور پر مشہور ہوئے۔ نوجوانی سے ہی شعلہ بیان مقرر اور ہونہار شاعر تھے۔ جون 1959ء میں ہماری بڑی ہمشیرہ کی شادی آپ کے ساتھ ہوئی۔ آپ صوم وصلوٰۃ کے پوری طرح پابند اور بہت مالی قربانی کرنے والے انسان تھے، خلافت کے فدائی اور دعوت الی اللہ کے عاشق تھے۔ آپ کو اپنا علم اور استعداد بڑھانے کا مسلسل شوق رہتا تھا۔ چنانچہ ہومیوپیتھک پریکٹس کے ساتھ ساتھ اعلیٰ تعلیم کا سلسلہ بھی جاری رکھا اور شادی کے بعد L.L.B. اور M.A. کا امتحان پاس کیا۔ قرآن کریم اور دوسری دینی کتب کا مطالعہ بہت توجہ اور شوق سے کرتے تھے۔ انہوں نے قریباً 30 سال تک مسجد انوار (دارالصدر شمالی) میں بعد نماز فجر قرآن کریم کا درس دینے کی سعادت حاصل کی۔ نہ صرف بڑھ چڑھ کر چندہ دیتے تھے بلکہ بے شمار ضرورت مندوں کو وظیفے جاری کر رکھے تھے۔ سب کے ساتھ کمال درجہ مروت، عزت اور بشاشت کے ساتھ پیش آتے۔ آپ نے وسیع تجربے، گہرے مطالعہ اور ہومیوپیتھک طریقہ علاج کے ساتھ انتہائی لگن کے نتیجہ میں Curative System ایجاد کیا اور کامیابی سے رائج کیا۔ مصروفیت کے باوجود جماعتی امور اور تبلیغ کو ہمیشہ اولیت دیتے تھے۔ مورخہ 6 نومبر 1999ء کو آپ کی وفات ہوئی۔

خاکسار کی والدہ محترمہ سعیدہ بیگم صاحبہ حضرت محمد خان صاحبؓ کی پوتی تھیں جو حضرت مسیح موعودؑ کے لئے اپنے دل میں اس قدر محبت اور غیرت رکھتے تھے کہ جب الٰہی تقدیر کے موافق صاحبزادہ بشیر اول کی بچپن میں ہی وفات ہوگئی اور مخالفین نے بے انتہا شور و غوغا بلند کیا تو آپؓ نے بڑے دکھ بھرے دل سے کہا کہ اگر میری ساری اولاد بھی مرجاتی اور ایک بشیر جیتا رہتا تو کچھ رنج نہ تھا۔ ''انجام آتھم'' میں درج ۳۱۳ صحابہ کی فہرست میں آپ کا نام آٹھویں نمبر پر ہے۔ آپؓ کی وفات یکم جنوری 1904ء کو ہوئی۔ اگلی صبح حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے اس عاشق زار کے متعلق فرمایا ''مجھے دوجنوری کو ایسی حالت طاری ہوگئی تھی جیسے کوئی نہایت عزیز مرجاتا ہے۔ ساتھ ہی الہام ہوا اولاد کے ساتھ نرم سلوک کیا جائے گا۔ آپؓ کے بیٹے خان بشیر احمد خان صاحب میرے نانا تھے۔

ہماری والدہ غرباء سے بہت حسن سلوک کرنے والی اور ہر ایک کا خیال رکھنے والی تھیں۔ بہت ہی باہمت خاتون تھیں۔ 80-82 سال کی عمر تک بفضلہ تعالیٰ ان کی صحت بہت اچھی رہی۔ خاکسار کے بیرون ملک سے مستقل واپسی پر (1985) اور ربوہ میں سکونت اختیار کرنے کے بعد آپ قریباً پندرہ سال تک میرے پاس رہائش پذیر رہیں۔ پھر دو تین سال دوسرے بیٹوں کے پاس گزارے۔ احمدیت کی شیدائی اور نماز و عبادات کی بہت پابند تھیں۔ 10/دسمبر 2003ء کو 87 برس کی عمر میں وفات پائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین عمل میں آئی۔

Al Fazl International Weekly, London

16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K.)

ISSN: 1352 9587

Tel: (020) 8544 7603

Fax: (020) 8544 7611

Email:alfazlint@alislam.org

Vol. 13 | Friday February 24, 2006 | Issue No. 08

حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے تاریخی دورۂ بھارت کی مختصر جھلکیاں

قادیان کے مختلف اداروں اور مقامات کا معائنہ،تعمیراتی امور سے متعلق جائزے اور ہدایات۔ مبلغین سلسلہ کے ساتھ میٹنگ میں کارکردگی کا جائزہ اور تعلیمی،تربیتی وانتظامی امور سے متعلق نہایت اہم تاکیدی ہدایات۔ پاکستان کی مرکزی انجمنوں کے عہدیداران کی میٹنگ۔ انفرادی وفیملی ملاقاتیں

(قادیان دارالامان میں قیام کے دوران حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی مصروفیات کی مختصر رپورٹ)

(رپورٹ :عبدالماجد طاہر۔ ایڈیشنل وکیل التبشیر)

یکم جنوری 2006ء بروز اتوار:

صبح چھ بج کر پچیس منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ''مسجد اقصیٰ'' میں تشریف لاکر نماز فجر پڑھائی۔نماز فجر کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ اپنی رہائشگاہ تشریف لے گئے۔صبح حضور نے ڈاک ملاحظہ فرمائی اور مختلف دفتری امور کی انجام دہی میں مصروف رہے۔صبح حضور انور نے ڈاک ملاحظہ فرمائی۔

قادیان کے مختلف اداروں اور مقامات کا معائنہ

سوا دس بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز قادیان کے مختلف اداروں اور مقامات کے معائنہ کے لئے روانہ ہوئے۔ سب سے پہلے حضور انور نے 'نصرت گرلز کالج' کی عمارت دیکھی اور اس کا معائنہ فرمایا۔اورعمارت کے ایک مرمت طلب متروک حصہ کے بارہ میں دریافت فرمایا اور منتظمین کو ہدایات دیں۔

نصرت گرلز کالج کی عمارت سے ملحقہ قطعہ زمین کا بھی حضور انور نے معائنہ فرمایا ۔ اس قطعہ زمین کا رقبہ 7 کنال اور 4 مرلہ ہے۔ یہاں مرکزی لائبریری کی نئی بلڈنگ کی تعمیر کا منصوبہ ہے۔ اس موقع پر حضور انور نے نقشہ جات بھی ملاحظہ فرمائے اور منتظمین سے تعمیر کے حوالے سے مختلف امور دریافت فرمائے ۔حضور انور نے اس بات کا جائزہ لیا کہ کتنے رقبے پر عمارت تعمیر ہوگی اور لائبریری میں ریسرچ وغیرہ کے کام کے بارہ میں بھی دریافت فرمایا۔اور Basement بنانے کی صورت میں زیرزمین پانی کی گہرائی اور یہاں سیم کی صورتحال کے بارہ میں بھی دریافت فرمایا اوراس موقعہ پر موجود منتظمین ،آرکیٹیکٹس اور انجینئرز صاحبان کو ہدایات دیں۔اسی طرح کالج سے ملحقہ ایک دوسرے قطعہ زمین کا بھی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے معائنہ فرمایا۔ یہاں بھی بعض دفاتر کی تعمیر کا منصوبہ ہے۔حضور انور نے رقبہ کا معائنہ فرمایا اور نقشہ جات بھی ملاحظہ فرمائے ۔حضور انور نے اس علاقہ میں زمین کی قیمتوں کا بھی جائزہ لیا اور ہدایت فرمائی کہ اس جگہ کو بہترین رنگ میں استعمال کریں ۔حضور انور نے ہدایت فرمائی کہ یہاں تعمیر کے دوران بارش کے جمع ہوجانے والے پانی کو بھی مدنظر رکھنا ہوگا۔

اس کے بعد حضور انور محلّہ دارالانوار میں تعمیر ہونے والے امریکہ،کینیڈا، جرمنی اور UK کے گیسٹ ہاؤسز کے درمیان سے گزرتے ہوئے جامعۃ المبشرین کی عمارت کے معائنہ کے لئے تشریف لے گئے۔ یہ مختلف بیرکس ہیں جو گزشتہ سالوں میں تعمیر کی گئی ہیں۔حضور انور نے فرمایا اس عمارت کی باہر سے فنشنگ اور فرش وغیرہ ٹھیک نہیں ہیں۔ اچھا کام کروائیں ۔ یہ عمارت دو منزلہ ہے۔حضور انور نے تفصیل سے جائزہ لیا اور ہدایات سے نوازا۔

بعدازاں حضور انور نے اس عمارت سے ملحقہ طلباء کے ہوسٹل کا بھی معائنہ فرمایا۔بارش کا پانی اس عمارت کو نقصان پہنچاتا ہے۔اس بارہ میں حضور انور نے ہدایات دیں۔حضور انور کو منتظمین نے بتایا کہ طلباء کی تعداد بڑھ جانے کی وجہ سے یہ عمارت عارضی طور پر تعمیر کی گئی تھی۔ حضور انور نے اس عمارت کو بہتر شکل میں بنانے کے لئے طلباء کی متبادل رہائش کا بھی جائزہ لیا اور اس بارہ میں ہدایات ارشاد فرمائیں۔

اس کے بعد حضور انور 15 ایکڑ قطعہ زمین برلب ہرچووال روڈ اور بہشتی مقبرہ کی جنوبی جانب اس قطعہ زمین کے معائنہ کے لئے تشریف لے گئے جہاں جلسہ سالانہ کا انعقاد ہوا تھا اور مردانہ جلسہ گاہ بنائی گئی تھی اور ایک حصہ میں رہائشی خیمے لگائے گئے تھے ۔حضور انور نے یہاں کا نقشہ تفصیل کے ساتھ ملاحظہ فرمایا اور صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کے دفاتر کی تعمیر کے منصوبہ کا بھی جائزہ لیا۔

اس علاقہ میں گزشتہ سالوں میں جماعت کو 20 ایکڑ زمین خریدنے کی توفیق ملی ہے۔حضور انور نے نقشہ ملاحظہ فرماتے ہوئے یہاں کے تعمیراتی منصوبے اور پلاننگ کے بارہ میں بعض استفسارات فرمائے جن پر وکیل اعلیٰ تحریک جدید ربوہ اور آرکیٹیکٹس اور انجینئرز صاحبان نے بعض امور کی وضاحت کی اور حضور انور کی خدمت میں تفصیلات پیش کیں۔

اس جگہ کے معائنہ کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بہشتی مقبرہ تشریف لے گئے اور احاطہ خاص کی توسیع کا جائزہ لیا۔قادیان کے مقدس مقامات میں سے اہم ترین مقام بہشتی مقبرہ ہے جہاں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جسم مبارک مورخہ 27/مئی 1908ء شام چھ بجے اشکبار آنکھوں کے ساتھ مقدس خاک کے سپرد کردیا گیا تھا۔اور یہی وہ قبر ہے جس کی مٹی حضور علیہ السلام کو کشف میں چاندی کی دکھائی گئی تھی اور جس کا ذکر حضور علیہ السلام نے رسالہ الوصیت میں فرمایا ہے۔اور یہی وہ بہشتی مقبرہ ہے جس کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ خوشخبری دی تھی کہ یہ ان برگزیدہ جماعت کے لوگوں کی قبریں ہیں جو بہشتی ہیں۔

بہشتی مقبرہ کا قیام

بہشتی مقبرہ کا قیام 20/دسمبر 1905ء کو خدا تعالیٰ کی مصلحت کے تحت اس رنگ میں عمل میں آیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے باغ کی زمین میں سے ایک حصہ اس کے لئے وقف فرمادیا۔احاطہ خاص کی چاردیواری جس میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام ، حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ اور حضور کے خاندان کی قبریں ہیں نومبر 1925ء میں بنائی گئی اوراُس زمانہ سے ہی حفاظت کی غرض سے پہرہ کا انتظام ہے جو آج تک قائم چلا آتا ہے۔

1947ء میں جب قادیان سے سب لوگوں کو ہجرت کرنا پڑی اور ایسے موقع پر قادیان کی حفاظت کے لئے صرف 313 افراد رہ گئے ۔ان لوگوں نے بہشتی مقبرہ کی حفاظت کے لئے جو کارنامہ سرانجام دیا وہ بھی قابل رشک ہے۔ان درویشان نے بہشتی مقبرہ کی حفاظت کے لئے مل کر احاطہ بہشتی مقبرہ کے اردگرد مٹی کی دیوار وقارعمل کے ذریعہ بنائی ۔یہ درویشان صبح ناشتہ کے بعد بہشتی مقبرہ چلے جاتے اور سارا سارا دن بہشتی مقبرہ کے گرد مٹی کی دیوار بناتے رہے اور یہ دیوار اس قدر چوڑی بنائی گئی کہ اس پر ایک آدمی آسانی سے بغیر کسی خوف وخطر کے کہ وہ نیچے گر جائے سو سکتا تھا۔

1955ء میں قادیان میں سیلاب کی صورت پیدا ہوگئی جس کے باعث یہ کچی دیوار گر گئی ۔1957-56ء میں اس دیوار کو پختہ دیوار کی صورت میں تعمیر کردیا گیا۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے احاطہ خاص کا مختلف اطراف سے معائنہ فرمایا اور جائزہ لیا کہ کس طرف سے اسے مزید بڑھایا جاسکتا ہے۔اسی طرح حضور انور نے بہشتی مقبرہ کے بعض دوسرے حصوں کا بھی معائنہ فرمایا اور ساتھ ساتھ منتظمین کو ہدایات سے نوازا۔

حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا کے مکان کا معائنہ

اس کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز احاطہ بہشتی مقبرہ میں واقع حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا کے مکان پر تشریف لے گئے ۔سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جسد مبارک لاہور سے قادیان لاکر 27/مئی 1908ء کو اسی مکان کے درمیانی کمرہ میں رکھا گیا تھا اوراسی کمرہ میں احباب نے اپنے آقا کے آخری دیدار کا شرف حاصل کیا تھا۔حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس مکان کی Renovation کا جائزہ لیا اور ہدایات سے نوازا۔

''شہ نشین'' کا معائنہ

اس کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ''شہ نشین'' کا معائنہ فرمایا۔

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا طریق مبارک تھا کہ اصحاب کے ہمراہ سیر کے لئے قادیان سے باہر مختلف جہات میں تشریف لے جایا کرتے تھے اور اکثر اپنے باغ میں بھی تشریف لے جاتے اور اپنے اصحاب میں تشریف فرما ہوکر روحانی علمی پرمعارف خطاب فرماتے اور طالبان حق کو تبلیغ کرتے اور اپنے باغ کے موسمی پھلوں سے احباب کی خاطر مدارات فرماتے اور خود بھی اصحاب کے ساتھ تناول فرماتے۔

حضور علیہ السلام جس چبوترہ پر تشریف فرما ہوتے تھے اسے ''شہ نشین حضرت مسیح موعود علیہ السلام'' سے موسوم کرتے ہیں ۔اس چبوترہ پر پہلے چھت نہ تھی بلکہ اوپر سے کھلا ہی تھا۔ اس پر سایہ کرنے والے دو درخت ایک جانب جنوب اور دوسرا شمال مشرق میں موجود تھا۔1969ء میں اس جگہ ایک اچھا اور عمدہ ہوادار کمرہ تعمیر کردیا گیا ہے۔اس کمرہ کے اندر بیٹھنے کے لئے چاروں طرف سیمنٹ کی سیٹیں بنی ہوئی ہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس ساری جگہ کا تفصیل سے معائنہ فرمایا۔حضور انور کمرہ کے اندر تشریف لے گئے اور منتظمین نے اس معین جگہ کی نشاندہی

باقی صفحہ نمبر 11 پر ملاحظہ فرمائیں